یا اللہ مدد | حیاتُ النبی ﷺ زندہ باد | شانِ رسالت ﷺ زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شانِ صحابہؓ زندہ باد | مقامِ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ زندہ باد | حق چار یارؓ

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

بفیضان
مظہرِ شریعت و طریقت قائدِ اہلسنت وکیلِ صحابہؓ
حضرت مولانا **قاضی مظہر حسین** نور اللہ مرقدہ
تلمیذِ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد
محدّثِ عرب و عجم آبروئے دیوبند امامِ اہل السنّۃ والجماعۃ
شیخ الحدیث حضرت مولانا
محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ
تلمیذِ رشید: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ
خلیفہ مجاز: امام الموحدین رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

مفسرِ قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخرِ اہلسنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امینِ ملت مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبانِ مسلکِ احناف، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمانِ مسلکِ دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشینِ شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست
پیرِ طریقت شیخ الحدیث
حضرت مولانا **حبیب الرحمٰن سومرو** صاحب مدظلہ

نگران
وکیلِ احناف مناظرِ اسلام
حضرت مولانا **مفتی محمد انور اوکاڑوی** صاحب مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی
0301-7790908

مدیرِ مسئول
مولانا احسن خدامی
0320 4902150

مدیر
حمزہ احسانی
0307-5687800

فی شمارہ: 25......زرِ سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

پیامِ صفدر مولانا عبدالرحیم چاریاری

مولانا ہزاروی کا قضیہ......علماء ومشائخ سے مؤدبانہ گذارش

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور اکابر علماء (بالخصوص برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مجاز اور خادم خاص حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم) کی توجہ، سرپرستی، دعاؤں اور تعاون کی بدولت چند ماہ قبل ہمیں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے دفاع میں اکابر کے مضامین کا ایک مجموعہ بنام ''تحفظ عقائد اہل سنت'' شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمدللہ۔ تحریراتِ اکابر کا یہ مجموعہ نہ صرف حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ بلکہ جملہ اکابر دیوبند کے حقیقی مسلک ومشرب کا ترجمان، وکیل اور محافظ ہے جو نہ صرف اکابر کے واقعی مسلک ومشرب کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ اکابر کی طرف منسوب بعض بدعات ورسومات کی مدلل وسنجیدہ تردید بھی اِس مجموعہ میں شامل ہے۔ اِسی طرح سنت وبدعت کے مابین فرق وحد فاصل، اکابر دیوبند کا مزاج ومذاق اور اس حوالے سے بہت سے اُصولوں پر مبنی قیمتی تحریرات اِس مجموعہ کا حصہ ہیں۔

اِس مجموعہ کی اشاعت پر جہاں مختلف اہل علم نے خوشی ومسرت کا اظہار کیا، وہیں بعض وہ حضرات جو ماضی یا حال میں اکابر کے نام پر بعض بدعات ورسومات کو ترویج دینے کے ذمہ دار ہیں، اُن کی طرف سے ناراضگی، برہمی اور خفگی بھی سامنے آئی، جو ایک فطری بات ہے۔ اِسی طرح اِن تحریرات کا سبب بننے والے قضیہ سے لاعلم حضرات، مسلکی اہمیت سے ناآشنا اہل علم اور محض رواداری اور باہمی اتفاق واتحاد کے داعی احباب نے اکابر کی اِن تحریرات کی اشاعت پر تیوری چڑھائی اور چیں بجبیں ہوئے۔

ان کے علاوہ بعض انتہائی قابل احترام مشائخ عظام جو علوی مالکی نظریات کے حوالے سے دوٹوک موقف رکھنے اور اُن کے مؤیدین تک کو بدعتی گردانتے کے باوجود مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہم کے رجوع پر مطمئن نظر آئے۔ اُنہوں نے کتاب کے آٹھ (۸) میں سے سات (۷) ابواب سے اتفاق اور ان کی تائید فرماتے ہوئے کتاب کے ایک باب سے اختلاف فرمایا۔ جو حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کے رجوع نامہ سے متعلق ہے۔ اس میں ''قضیہ سے متعلق'' علماء ومشائخ کی تحریرات ہیں جن میں مولانا ہزاروی کے رجوع کو ناقابل قبول قرار دیا گیا ہے۔

اِس سلسلہ میں باہمی مشاورت کے بعد یہ طے پایا ہے کہ جن اُمور میں مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی

مدظلہم کا موقف اکابر دیوبند کے مجموعی موقف کے خلاف اور اُس سے متصادم تھا، یا ہے، اُن کی نشاندہی کر کے ملک بھر کے اہل علم سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنے اپنے انداز میں جیسے مناسب سمجھیں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی سے اُن کا موقف تحریری طور پر معلوم کر لیں۔ اگر مولانا ہزاروی مدظلہم کا موقف واضح طور ان اُمور میں اکابر دیوبند کے مجموعی مسلک کے مطابق ہے تو ہمارا اُن سے کوئی اختلاف نہیں۔ اور اگر وہ تا حال ان اُمور میں اکابر دیوبند کے مجموعی مسلک سے الگ رائے رکھتے ہیں تو پھر ہم اکابر کے مسلک و مشرب کے پابند ہیں۔ کسی کی ذاتی اور انفرادی رائے کے نہیں۔ نہ ہی اہل سنت عوام کو ایسے حضرات کے رحم و کرم پر چھوڑا جا سکتا ہے کہ وہ من چاہے اَفکار ''دیوبندیت'' کے نام پر پھیلاتے رہیں۔

لہٰذا چند علماء و مشائخ کی خدمت میں انفرادی خطوط روانہ کرنے کے بعد جملہ اہل علم و فضل سے درخواست کے لیے یہ تحریر شائع کی جا رہی ہے۔ بندہ ناچیز کی تمام علماء و مشائخ دیوبند سے مؤدبانہ گذارش اور عاجزانہ درخواست ہے کہ ہمیں کسی خاص تحریر پر اِصرار ہے نہ اَنداز پر۔ ہماری طرف سے کوئی الفاظ متعین ہیں نہ لہجہ، صرف چار اُمور میں مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کا موقف معلوم کرنا ہے کہ وہ اکابر دیوبند کے مطابق ہے یا نہیں۔ آپ نرم الفاظ، مناسب لہجے اور شائستہ و مہذب انداز میں اپنے طور پر اُن سے مندرجہ ذیل چار سوالات کے واضح اور دوٹوک جوابات تحریری طور پر حاصل کر لیں۔ یقین کیجیے! اگر اِن اُمور میں اُن کا موقف اکابر دیوبند کے مجموعی مسلک کے مطابق ہوا تو نہ صرف یہ قضیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا بلکہ باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ اکابر کے مسلک و مشرب کے دفاع و ترجمانی کا فریضہ بھی احسن طریقے سے انجام دیا جا سکے گا۔

سوالات:

۱......جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی اور اُن کے متبعین فرقہ بریلویہ اہل سنت میں شامل ہیں یا خارج؟

۲......شیخ محمد بن علوی مالکی صاحب اہل سنت میں تھے یا نہیں؟ نیز اُن کے مؤیدین جناب صوفی محمد اقبال صاحب اور مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب وغیرہما کا کیا حکم ہے؟

۳......عرس، میلاد اور تعیین وقت کے ایصال ثواب۔ یہ اعمال بدعت ہیں یا نہیں؟ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی طرف اِن اعمال کی ترغیب کی نسبت کرنے والا اپنی بات میں سچا ہے یا جھوٹا؟

۴......مروجہ مجالس ذکر: جن میں وقت اور جگہ کی تعیین کے ساتھ ساتھ اشتہارات وغیرہ کے

ذریعے تداعی بھی ہوتی ہے۔ اکابر دیوبند حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی اور حضرت مدنی وغیرہم رحمہم اللہ کے ہاں یہ طریقہ رائج رہا ہے یا نہیں؟...... اسی طرح ہر عام وخاص مقام پر مجلس ذکر منعقد کرنا اور مرشد کا اپنے ہر متعلق کو مجلس ذکر منعقد کرنے کی ترغیب دینا اکابر سے ثابت ہے یا نہیں؟

ہم جملہ اہل علم کو ایک مرتبہ پھر یہ یقین دلانا چاہیں گے کہ: اگر اِن اُمور میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی مدظلہ کا موقف واضح طور پر اکابر دیوبند کے مجموعی موقف کے مطابق ہے تو ہمارا اُن سے کوئی اختلاف نہیں۔ اور اگر وہ تا حال اِن اُمور میں اسلافِ دیوبند سے واضح طور پر الگ رائے رکھتے ہیں یا گول مول انداز اختیار کرتے ہیں تو پھر ہم اُن سے اختلاف کرنے میں حق بجانب ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری اِن مخلصانہ معروضات کو خاطر خواہ توجہ دی جائے گی۔

آخر میں یہ وضاحت کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کے رجوع نامہ پر عدم اطمینان کا اظہار کرنے والے موجودہ حضرات میں

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم [خلیفہ مجاز وخادم خاص: حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ]
وکیل احناف حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہم [شیخ الحدیث: جامعہ صدیقیہ، بہاول پور]
استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی مدظلہم [دار الافتاء جمیلی، لاہور]
ترجمان اہل حق حضرت مولانا مفتی عبد الواحد مدظلہم [دار الافتاء والتحقیق، لاہور]
وکیل احناف حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم [جامعہ خیر المدارس، ملتان]
وکیل صحابہ حضرت مولانا صاحبزادہ قاضی ظہور الحسین اظہر مدظلہم [امیر تحریک خدام اہل سنت، چکوال]
جانشین فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد القدوس ترمذی مدظلہم [جامعہ حقانیہ، ساہیوال سرگودھا]
شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم [خلیفہ مجاز: قائد اہل سنتؒ، جہان، سندھ]
استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم [مہتمم: جامعہ عربیہ اظہار الاسلام، چکوال]
اور...... حضرت مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہ [مدیر: دوماہی تسکین الصدور، بہاول پور]

جیسے حضرات شامل ہیں۔ مولانا ہزاروی مدظلہم اگر مذکورہ بالا امور میں واقعی اکابر اہل سنت کا حقیقی مسلک ومشرب اختیار فرما چکے ہیں اور اس کا تحریری طور پر واضح اعلان فرما دیتے ہیں تو مندرجہ بالا تمام اکابر بھی سابقہ اختلاف بھلا کر اُن کو گلے لگانے کے لیے تیار ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز

ہماری دِلی دعا ہے کہ یہ معاملہ احسن طریقے سے حل ہو۔ اور اکابر دیوبند کے حقیقی مسلک ومشرب کا پرچار اور بول بالا ہو۔ تمام بدعات ورسومات کا منہ کالا ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم ☆☆

المرسل: قاری سمیع اللہ صاحب، لالہ موسیٰ

چیتھڑوں والے....!!

کسی زمانہ میں کابل پر ایک ترک راجہ کی حکومت تھی، یہ راجہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس لاکھ درہم سالانہ خراج دیتا تھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے بعد اس راجہ نے خراج دینا بند کر دیا۔ جب وقت کے بادشاہ کے نمائندے اس کے پاس خراج کا مطالبہ لے کر پہنچے تو اُس نے اُن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:

''وہ لوگ کہاں گئے جو پہلے آیا کرتے تھے؟ اُن کے پیٹ فاقہ کشوں کی طرح دبے ہوتے تھے، پیشانیوں پر سیاہ نشان پڑے رہتے تھے، اُن کے جسم پر پھٹے پرانے کپڑے ہوتے تھے، اور وہ کھجوروں کی چپلیں پہنا کرتے تھے۔؟''

آنے والوں نے اُسے بتایا کہ وہ تو دنیا سے چلے گئے، اَب ہم اُن کے نائب ہیں۔ راجہ نے جواب دیا:

''اُن سے ہم ڈرتے تھے، مگر تم سے ہم ہرگز خوف نہیں کھاتے، تم جو چاہو کر لو، ہم تمہیں خراج نہیں دیں گے۔''

اُس راجہ کی نظر میں وہ کھجور کی چپل پہننے والے اور چیتھڑوں والا لباس زیب تن کرنے والے طاقت ور تھے، لیکن نوکروں اور خادموں کے جلو میں چلنے والوں اور شان و شوکت والا لباس پہننے والوں کی اُس کی نظر میں کوئی وقعت نہ تھی۔ اس کی کیا وجہ تھی کہ انسان اور جماعت کی طاقت کا راز اس کی ظاہری شان و شوکت نہیں، بلکہ اس کی طاقت کا راز اس کا ایمان اور اس کا اتفاق و اتحاد ہے۔ پہلے والوں کا ایمان بھی مضبوط تھا اور اتفاق و اتحاد بھی مثالی تھا، اِس لیے اُن سے بڑی بڑی طاقتیں ڈرتی تھیں، بعد والوں کا ایمان بھی کمزور اور اتحاد بھی پارہ پارہ ہو چکا تھا، لہٰذا اُن کا رعب و دبدبہ بھی ختم ہو گیا۔ ہمارے اسلاف کی حالت تو وہ تھی جو کسی شاعر نے بیان کی ہے ؎

قباؤں میں پیوند، پتھر شکم پر — قدم کے تلے تاجِ کسریٰ و قیصر
غذا نانِ جو وہ بھی کمتر میسر — مگر ہاتھ میں زورِ تسخیرِ خیبر
کبھی اہل ایماں کی پہچان یہ تھی — کبھی اہل اسلام کی شان یہ تھی

[ندائے منبر و محراب: ۱۵۳]

مولانا عبدالماجد دریابادی کی تفسیر پر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کا تبصرہ

ذیل میں مولانا دریابادی کی تفسیر پر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے تبصرے کا ایک حصہ پیش کیا جارہا ہے، جس میں اُنہوں نے بہت تاکید کے ساتھ اِس بات کا اظہار کیا ہے کہ: عوام الناس کے ایمان وعمل کی سلامتی کے لیے کسی غیر ثقہ اور غیر معتمد آدمی (خصوصاً جمہور سے اختلاف کے شوقین) کی کسی بات کو اپنے لٹریچر میں بلا تنقید نقل کرنے سے بچنا ضروری اور لازمی ہے۔

اِس سے اُن ''حضرات'' کی فکر پر زبردست ضرب پڑ رہی ہے جو ''آزاد فورم'' کے نام پر فکری انتشار اور نظریاتی آوارہ گردی ودہشت گردی کا دروازہ کھولے ہوئے ہیں اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کو اپنی مزعومہ ''اعتدال پسندی'' کا حامل باور کرانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اِس سے قبل مولانا تقی عثمانی مدظلہم کے مولانا زاہدالراشدی صاحب اور عمار خان کے نام دو خطوط بھی اِس حقیقت سے پردہ اُٹھا چکے ہیں۔[ادارہ]

......ایک بات جو پوری تفسیر میں شدت کے ساتھ کھٹکی، یہ ہے کہ مولانا نے تفسیر المنار کے اقتباسات بڑی کثرت کے ساتھ اپنی تفسیر میں درج کیے ہیں، اور اکثر مقامات پر تو اس پر سکوت ہی اختیار فرمایا ہے اور بعض جگہ ان کی تضعیف بھی کی ہے اور بعض جگہ ان کی تائید بھی، ہماری گذارش یہ ہے کہ تفسیر المنار کے مصنف ہوں یا مرتب، دونوں اپنی وسعتِ مطالعہ کے باوجود ذہنی طور پر مغربی افکار سے اتنے مرعوب اور جمہور سے اختلاف کرنے کے اتنے شوقین ہیں کہ اُن کی تفسیر جگہ جگہ جمہور امت کے جادۂ اعتدال سے ہٹ گئی ہے، اور بعض مقامات پر تو یہ حضرات نہایت خطرناک اور بے سروپا باتیں بھی لکھ گئے ہیں، ایسی حالت میں ان کی تفسیر کسی طرح بھی اِس لائق نہیں ہے کہ وہ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کا مأخذ بنے، مولانا کی حیثیت اِس وقت ایک مقتداء کی ہے، انھوں نے تو ''منار'' کے اقوال احتیاط سے لیے ہوں گے، لیکن جو لوگ ''منار'' کو مولانا کا مأخذ سمجھ کر اس پر اعتماد کریں گے، کیا وہ کسی حد پر قائم رہ سکیں گے؟ مرورِ زمانہ کے ساتھ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے، اس کا اندازہ اِس بات سے کیجیے کہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں مشہور معتزلی مفسر ابومسلم اصفہانی کے اقوال بکثرت نقل فرمائے ہیں اور بیشتر مقامات پر ان کی سخت تردید بھی کی ہے، البتہ چند جگہوں پر اُنہوں نے یہ اقوال بغیر کسی تنقید کے بھی درج کردیئے ہیں، آج لوگ اُن کے اِس طرزِ عمل

کی بناء پر ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ رہے ہیں کہ: امام رازیؒ ابومسلم اصفہانی کے بڑے مداح تھے۔ یہاں تک کہ اب ابومسلم اصفہانی کی تفاسیر کا مجموعہ مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے اور یہ تأثر دیا جا رہا ہے کہ یہ امام رازیؒ کے پسندیدہ مفسر کی تفسیریں ہیں۔ لہٰذا ہماری طالب علمانہ رائے یہ ہے کہ مولانا مدظلہم کو اِس قسم کی تفسیروں کے نقل کرنے سے ہی پرہیز کرنا چاہیے، چہ جائیکہ جن مقامات پر انہوں نے جمہور سے اختلاف کیا ہے وہاں ان کی توثیق وتائید بھی ہو۔ خاص طور سے صفحہ: ۴۵۲ اور صفحہ: ۴۸۸ ر پر ''موت'' کے معنی جو صرف ''المنار'' کے حوالے سے بیان فرمائے گئے ہیں، نظرِ ثانی کے مستحق ہیں۔ لغت اور استعمال میں ایک لفظ کے کئی کئی حقیقی اور مجازی معنی ہوسکتے ہیں، مگر قرآنِ کریم میں متبادر اور حقیقی معنی سے عدول صرف اس وقت کیا جائے گا جب کوئی عقلی یا نقلی مجبوری ہو۔ علامہ بدرالدین زرکشیؒ وغیرہ نے تفسیر کے اِس اُصول کو بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ [تبصرے: ۱۸۳، ۱۸۴]

☆......☆......☆......☆

المرسل: محمد ایوب، کوٹ خضری

جداگانہ تشخص کے بغیر مماتیوں کو دعوت نہ دی جائے

''حضرت اقدس (قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ) ابتداء میں جمعیت علماء اسلام کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے، غالباً ۱۹۶۵ء میں صدر ایوب خان نے عائلی قوانین نافذ کیے تو اس کے خلاف تحریک چلانے کے لیے تمام دینی جماعتوں کو شامل کرنے کے سلسلہ میں ''جمعیت علماء اسلام'' کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا، کسی رکن نے جمعیت اشاعۃ التوحید (مماتیوں) کو بھی اِس سلسلہ میں دعوت نامہ بھیجنے کی تجویز دی۔ حضرت اقدسؒ نے اس کی مخالفت فرمائی، ان صاحب نے فرمایا کہ آپ ''جماعت اہل حدیث'' اور دوسری جماعتوں کو بھی تو دعوت دے رہے ہیں، تو انہیں بھی دعوت دیدیں تو کیا حرج ہے؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ: اہل حدیث وغیرہ کو بحیثیت ''اہل حدیث'' کے دعوت دی جا رہی ہے، آپ پہلے مماتیوں کا بطور جماعت جداگانہ تشخص قائم کریں! (کیونکہ وہ اپنے آپ کو دیوبندی ہی کہلواتے ہیں) کہ انہیں کس جماعت کی حیثیت سے دعوت دے رہے ہیں؟ ورنہ دیوبندی عنوان سے انہیں دعوت نہیں دی جاسکتی۔ تو آپ کی رائے کو فوقیت دیتے ہوئے مماتیوں کو دعوت نہ دی گئی۔'' [حسین یادیں، ص: ۱۲۵]

مولانا محمد ازہر، مدیر: ماہنامہ الخیر ملتان

اجازت وخلافت کی حقیقت

موجودہ دور میں جیسے دین کے دوسرے شعبوں میں ضعف واضمحلال آچکا ہے، تصوف وسلوک، زُہد وبے نفسی اور خانقاہی نظام اِصلاح وتربیت بھی زبوں حالی کا شکار ہے، بقول حضرت سید نفیس الحسینیؒ ؎

نفیس کیسا یہ وقت آیا، سلوک و اِحساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں، وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

جس طرح مدارس ودرس گاہیں پختہ کار جید الاستعداد اساتذہ ومدرسین سے، وعظ ونصائح کی مجلسیں اہل دل واہل نظر واعظین سے محروم ہیں، اِسی طرح ذکر وسلوک کے حلقے اور خانقاہیں مخلص وبے نفس عباد و زہاد، مصلحین اور علماءِ ربانیین سے تقریباً خالی ہوچکی ہیں ؎

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

تصوف وسلوک اور اصلاح نفس کی جو حقیقت ہمیں کتابوں، بالخصوص حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف، ملفوظات اور مواعظ میں ملتی ہیں آج کل صورت حال اس سے یکسر مختلف ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ خود اور اُن کے دَور کے دوسرے بزرگ بیعت واجازت میں انتہائی حزم واحتیاط، فکر وتدبر، نگہداشت اور دُور اندیشی سے کام لیتے تھے اور بعض اوقات مہینوں بلکہ برسوں بعد بیعت کرتے تھے اور کسی کو اجازت وخلافت دینے کے بعد بھی اس کے معمولات ومعاملات پر نظر رکھتے تھے، چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنے بعض خلفاء کی اجازت معاملات میں کوتاہی کی وجہ سے منسوخ بھی فرمائی۔

موجودہ دَور میں بعض نہایت قابل احترام اور بزرگ شخصیات کی طرف سے اجازت وخلافت کے معاملہ میں فراخدلی وفراوانی سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہورہی ہیں، جو لوگ ان ''مجازین'' کے حالات و واقعات سے باخبر ہیں وہ اسے کم ازکم اجازت دینے والے بزرگوں کی ''سادہ لوحی'' پر محمول کرنے پر مجبور ہیں۔ اکابر میں اجازتِ بیعت دیتے وقت اِس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ سالک کا تکبر وعجب اور امراضِ باطنیہ سے تخلیہ ہوکر فضائل سے تحلیہ ہوچکا ہو۔ عوام اور صالحین کا اس کی طرف رجوع ہو اور اس کی صحبت سے

اصلاح بھی ہو رہی ہو۔ اور اصلاح کا معیار یہ تھا کہ ظاہری و باطنی گناہ چھوٹ جائیں، فکرِ آخرت پیدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت پیدا ہو جائے کہ دنیا بھر کے تعلقات پر غالب آ جائے۔ اس کے بغیر کسی کو اجازت وخلافت دینا خطرے سے خالی نہیں۔ اگرچہ بعض بزرگوں سے خام لوگوں کو بھی اِس توقع پر اجازت دینا منقول ہے کہ اگر وہ توجہ کریں گے تو ان میں پختگی پیدا ہو جائے گی، مگر اس طرح کی اجازتِ بیعت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان میں پختگی آ چکی ہے۔ اِسی لیے پختگی کا اصل معیار وہی ہے کہ وقت کے صالحین و کاملین کے دلوں میں اس کی محبت ہو، وہ فنِ اصلاح میں اس کی مہارت کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے ہوں اور جو خدماتِ دینیہ وہ انجام دے رہا ہو، اس کو بنظرِ تحسین و وقعت دیکھتے ہوں۔

کتاب وسنت، عقل، تجربہ اور مشاہدہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کی تباہی کا اصل سبب نفس وشیطان کی اتباع ہے، حبِ مال، حبِ جاہ، بغض وکینہ، کبر اور ناشکری سب نفس وشیطان کے جال ہیں، نفس وشیطان کے ان مکاید سے خود بخود بچنا عادۃً ناممکن ہے، اِس کے لیے کسی اللہ والے کی سرپرستی، صحبت اور معالجہ ضروری ہے۔ قرآن کریم میں تحصیل تقوی کے لیے ''صادقین'' کی معیت وصحبت کو ضروری قرار دیا گیا ہے: یاایھا الذین آمنوا اتقوا الله و کونو مع الصادقین. [سورۃ التوبہ:۱۱۹] امراض مذکورہ بالا کا وجود قرآن وسنت کے علاوہ مشاہدا اور وجدان سے بھی ثابت ہے اور قرآن وحدیث میں ان امراض کے علاج کے نسخے بھی بتائے گئے ہیں، مگر اس فن کے ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ براہِ راست قرآن وحدیث سے علاج کرنا ہر شخص کا کام نہیں اس کے لیے ماہر فن مربی ومصلح کی ضرورت ہے، فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے بھی اس پر کلام فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ماہر فن کی ضرورت کے وجوہ یہ ہیں:

......بغیر مہارت کے وجودِ مرض کا پتہ نہیں چلتا بلکہ بسا اوقات کسی مرض کو کمال اور رذیلہ کو فضیلہ سمجھ لیا جاتا ہے۔

......مرض کا علم ہو جائے تو اس کی تشخیص نہیں ہو پاتی۔

......سببِ مرض کا تعین نہیں ہو پاتا۔

......قرآن وحدیث میں مذکورہ بے شمار نسخوں میں سے اکثر کا علم نہیں ہوتا۔

......مریض کی طبیعت کے مطابق نسخے کا انتخاب، ترکیبِ استعمال اور مدتِ استعمال کا فیصلہ خود مریض نہیں کر سکتا۔

نسخہ میں نفع ونقصان کا فیصلہ کر کے بوقتِ ضرورت نسخہ تبدیل کرنا۔ یہ تمام فیصلے طبیب حاذق ہی کر سکتا ہے جو خود طویل عرصہ کسی مربی کی صحبت میں رہ کر یا کم از کم بذریعہ مکاتبت اپنا علاج کروا چکا ہو، اصلاح وترتیب کا کام کرنے والوں کو یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ آج کل بہت سے بیعت ہونے والوں کی نیت صحیح نہیں

ہوتی، مثلاً: یہ نیت کہ بیعت سے دُنیوی پریشانی دُور ہوجائے، قرض اتر جائے، مقدمہ میں کامیابی ہو، وظیفے میں تاثیر بڑھ جائے، لوگوں میں محبوبیت حاصل ہو، کشف وکرامات بالخصوص کشف قبور ہونے لگے، انوار وتجلیات نظر آلگیں، وجد وجذب کی کیفیت پیدا ہو، اچھے خواب آنے لگیں، جنات تابع ہوجائیں، دم ودعاء کروانے کے لیے لوگ زیادہ آنے لگیں وغیرہ، چنانچہ آج کل سب کو فوراً بیعت کرلیا جاتا ہے، گناہ چھوڑنے کی نیت مرید کی نہ پہلے ہوتی ہے نہ بعد میں۔عموماً ایک عمامہ پھیلا دیا جاتا ہے اس میں جتنے پھنس جائیں، بسم اللہ!

جبکہ اکابر طلبِ صادق کے بعد مناسبت دیکھتے تھے، اگر باہم مناسبت نظر نہ آتی تو مرید کے مناسب کسی دوسرے شیخ کا مشورہ دیتے تھے، آج یہ معلوم ہی نہیں کہ مناسبت کس بلا کا نام ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص بیعت کے لیے حاضر ہوا، جو داڑھی منڈاتا تھا، درخواستِ بیعت پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا کہ: ''میں باطنی مریض ہوں آپ ظاہری مریض ہیں، اگر مرض ایک جیسا ہو تو باہم مناسبت ہوتی ہے، چونکہ مجھ میں اور آپ میں مناسبت نہیں اس لیے آپ کسی اور شیخ سے رجوع فرمائیں''۔

پہلے اکابر مناسبت کے بعد غور وفکر کرکے مرید کے حالات کے اعتبار سے اصلاح کے لیے نافع طریق تجویز کرتے تھے، آج کل ہر مرید کو ایک ہی وظیفہ اور معمول بتا دیا جاتا ہے گویا ہر مریض کو ایک دوائی پلائی جاتی ہے۔

اکابر کے ہاں مریدین پر روک ٹوک شب وروز کا معمول تھا اس دور میں یہ وصف خال خال ہے۔

اکابر کے ہاں اَذکار واشغال ضرور بتائے جاتے ہیں مگر انہیں ذریعہ مقصود سمجھا جاتا اور مریدین کو بتایا جاتا ہے کہ: اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ جائے۔آج کل اَذکار کو اشغال کو ہی مقصود سمجھا جاتا ہے، منکرات پر روک ٹوک نہ کرنا اس کی دلیل ہے، چنانچہ مشاہدہ یہ ہے کہ بیعت ہوئے سالوں گزر جاتے ہیں مگر شیخ کی طرف سے روک وٹوک نہ ہونے کی وجہ سے اکثر مریدوں کے ظاہری گناہ بھی نہیں چھوٹتے، چہ جائیکہ باطنی امراض کا خاتمہ ہو اور فضائل کے ساتھ تحلیہ ہو، بعض بزرگ ہفتہ واری مجلس ذکر میں مریدین کی حاضری اور نذرانہ وغیرہ کو کافی سمجھتے ہیں اور مرید و پیر دونوں اس خوش فہمی میں رہتے ہیں کہ ترقی ہورہی ہے، حالانکہ یہ ترقی معکوس ہوتی ہے۔

اِن معروضات کا حاصل سلوک وتصوف کے سلسلہ میں برکت ونافعیت کا اِنکار نہیں بلکہ صرف مقصود ہے کہ اکابر کے اجازت یافتہ بزرگوں کو آگے اجازت دیتے وقت حزم واحتیاط اور تیقظ کا ضرور پاس رکھنا چاہیے اِس لیے کہ کسی اہل کو اجازت نہ دینا اِس قدر نقصان دہ نہیں جتنا کسی نا اہل کو اجازت دینا خطرناک ہے

ع مقصودِ مانصیحت بود و گفتیم (بشکریہ ماہنامہ الخیر شعبان ۱۴۳۷ھ......جون ۲۰۱۶ء)

افادات: پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی مدظلہ، ملتان
ضبط وترتیب: خواجہ حنظلہ محمود صدیقی

فتنہ انکارِ حدیث کا مختصر تعارف

حدیث کا لغوی مفہوم:

حَدَثَ، یَحدث، حــدوثاً / حداثة کے معنی ہیں: نیا ہونا، اِس سے باب تفعیل حَدَّثَ، یحَدِّث، تحدیثًا، ہے جس کے معانی بیان کرنا/نیا کرنا ہیں۔ لفظِ حدیث فعیل کے وزن پر ہے اور فعیل کے ہم وزن اسماء میں دوام اور ہمیشگی کے معانی پائے جاتے ہیں۔ اِس لحاظ سے حدیث کے معنی اُس کلام کے ہیں جس کی عمدگی میں کمی واقع نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان جب حدیث شریف پڑھتے اور سنتے ہیں تو اُن کی طبیعت میں بشاشت اور دِل ودِماغ میں تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔

اصطلاحی مفہوم:

شریعت کی اصطلاح میں حدیث، رسول اللہ ﷺ کے حقیقی اور حکمی قول، فعل اور تقریر (یعنی کسی کے قول وفعل پر سکوت اختیار فرمانے) کو کہتے ہیں۔ اَلفاظ کے جس مجموعے کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ذکر کے ساتھ ہو، اُس کو حقیقی نسبت کی وجہ سے ''مرفوع حدیث'' کہتے ہیں۔ اور اَلفاظ کے جس مجموعے کی نسبت صحابی رضی اللہ عنہ سے ہو اُسے ''موقوف''، اور جس کی نسبت تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہو اُسے ''مقطوع حدیث'' کہتے ہیں۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال رسول اکرم ﷺ کی براہِ راست تعلیم وتربیت اور تابعین کے اقوال وافعال تابعین کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے رسول اکرم ﷺ کی تعلیم وتربیت کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ اِس لیے موقوف اور مقطوع حدیث کو رسول اکرم ﷺ سے حکمی نسبت کی وجہ سے حدیث کہا جاتا ہے۔

علمِ حدیث کی ضرورت واِفادیت:

حدیث بنیادی طور پر تین باتوں پر مشتمل ہوتی ہے: اول: اللہ تعالیٰ کا حکم جو غیر متلوّ وحی کی صورت میں نازل ہوا۔ دوم: بیان القرآن، یعنی قرآنی اخبار واحکام کی تفصیل ووضاحت۔ سوم: اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کا نمونۂ کامل۔

روافض اور انکارِ حدیث:

یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ قرآن مجید کے بعد شریعت کے احکام کا سب سے بڑا ماخذ

حدیث ہے، مگر ابتدائی دور میں روافض نے قرآن وحدیث دونوں سے محروم کرنے کے لیے دین وایمان کے اولین واحد اور معتبر ذریعہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایمان سے خارج اور قرآن وحدیث کی روایت میں نا قابل اعتبار قرار دے دیا۔

معتزلہ اور انکارِ حدیث:

معتزلہ نے حدیث کے مفہوم کی قبولیت کا معیار انسانی عقل کو بنالیا۔ دورِ حاضر میں عیسائیت اور یورپ کے براہِ راست اثرات اور ذہنی ونظریاتی مرعوبیت کی وجہ سے دینِ اسلام میں تحریف اور اس سے انحراف کا یہ فتنہ برصغیر پاک وہند، مصر اور ترکی میں کھڑا کیا گیا۔

برصغیر پاک وہند میں فتنہ انکارِ حدیث کی بنیاد:

برصغیر پاک وہند میں اِس کی بنیاد سرسید احمد خان اور ان کے معاون مولوی چراغ علی نے رکھی، انہوں نے انسانی عقل کی بجائے بطورِ معیار ''سائنس'' کا نام استعمال کیا۔ خبرِ واحد کا عملاً انکار کردیا۔ خبرِ متواتر اور قرآنی خبر میں سائنسی تاویلات کو گھسیڑ دیا۔ اس کے بعد اس کے ارتقاء کا ذریعہ علماء میں سے عبداللہ چکڑالوی اور جدید تعلیم یافتہ افراد میں سے پروفیسر اسلم جیراج پوری بنے اور دونوں اِس سے پہلے غیر مقلد گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے بعد غلام احمد پرویز نے انکارِ حدیث کے نظریہ کو ایک مستقل مکتبِ فکر بنادیا۔

غلام احمد پرویز کا مختصر تعارف:

فتنہ انکارِ حدیث کے بطور مستقل مکتبِ فکر' اولین مرتب غلام احمد پرویز ولد چوہدری فضل دین ہندوستان کے معروف شہر بٹالہ (ضلع گورداس پور) کی ایک بستی میں ۹ر جنوری ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان ایک انگریزی سکول سے دیا۔ B.A کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کی۔ پھر گورنمنٹ آف انڈیا میں سرکاری ملازمت اختیار کی اور بہت جلد ترقی پا کر ہوم ڈیپارٹمنٹ میں اونچے عہدے پر پہنچ گئے۔ کچھ عرصے بعد غلام احمد پرویز کی ملاقات پروفیسر اسلم جیراج پوری سے ہوئی، چونکہ صحبت عادات کے منتقل ہونے میں معاون ہوتی ہے، لہٰذا جو سوچ پروفیسر اسلم جیراج پوری کی تھی اُس سوچ نے پرویز کی دین بیزار فطرت کو مزید اندھیرے میں دھکیل دیا اور یوں اسلم جیراج پوری کا ایک جانشین تیار ہوتا چلا گیا جو کہ بعد میں فتنہ انکارِ حدیث کے نشر واشاعت کا بڑا ذریعہ بنا، اس نے لوگوں کو اسلام، دین اور علماء سے متنفر کرنا شروع کردیا اور اسلام کے لبادے میں ''قرآنی فکر'' اور ''قرآنی بصیرت'' جیسی پرکشش اور خوبصورت تراکیب استعمال کر کے لوگوں میں شرعی حدود وقیود میں آزاد زندگی کے رجحان کو فروغ دیا۔ یہاں تک کہ اس مکتب فکر نے اسلام کے بنیادی اعمال یعنی نماز، روزہ، زکوۃ اور حج

کا مفہوم ہی بدل کر رکھ دیا۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اپنا نام ''اہل قرآن'' رکھا، حالانکہ انہوں نے آج تک قرآن سے متعلق کوئی خدمت نہیں کی۔

پرویزیت (منکرین حدیث) کے بارے میں اہل فتاوٰی کی رائے:

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ نے پرویزیت کے خلاف ایک فتویٰ لکھا جس میں اُن کے عقائد کی نشاندہی کرتے ہوئے قرآن وحدیث اور کتب عقائد سے ایک ایک عقیدہ کا مخالفِ دین اسلام ہونا واضح کیا ہے۔ یہ فتویٰ تمام مسالک کے علماء کی تصدیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ اور اس پر پاکستان، ہندوستان کے علاوہ عرب ممالک اور دنیا بھر کے علمائے کرام کے تائیدی دستخط ہیں۔



انتخاب: محمد عدیل عمران

بدعات کی ایجاد......اور......قانون الٰہی

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''جو لوگ بدعات ایجاد کرتے ہیں وہ دراصل دین اسلام کے چہرے کو مسخ کرتے ہیں اور اس میں تحریف اور تغیر وتبدل کا راستہ کھولتے ہیں، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے اپنی رحمت سے اس بات کا خود ہی انتظام فرما دیا ہے کہ یہ دین ہر دور میں انسانی خواہشات کی آمیزش اور بدعات کی ملاوٹ سے پاک رہے۔ اور اہل بدعت جب بھی اس کے حسین چہرے پر بدعات کا گرد وغبار ڈالنے کی کوشش کریں۔ علمائے ربانیین کی ایک جماعت فوراً اسے جھاڑ پونچھ کر صاف کردے۔ آنحضرت کا ارشاد ہے۔ **''یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ،ينفون عنه تحريف الغالين و انتحال المبطلين و تاويل الجاهلين.''** (مشکوۃ) ترجمہ: ہر آئندہ نسل میں اس علم کے حامل ایسے عادل لوگ ہوتے رہیں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف باطل پرستوں کے غلط دعووں اور جاہلوں کی تاویلوں کو صاف کرتے رہیں گے۔

اس لیے الحمد للہ اس کا تو اطمینان ہے کہ اہل باطل اس دین کے حسین چہرے کو مسخ کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کا خود کار نظام پیدا فرمایا ہے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ نئی نئی گھڑتیں اور بدعتیں ایجاد کر کے نہ صرف اپنی شقاوت میں اضافہ کرتے ہیں، بلکہ بہت سے جاہلوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔'' [اختلاف امت اور صراط مستقیم:۹۹،۱۰۰]

تحریر مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی

رضا خانیوں کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں

دنیا نے گلاب اور چنبیلی کے رنگ کو دیکھا بھی ہے اور سمجھا بھی ہے لیکن صداقت، عدالت، سخاوت، شجاعت اور صحابیت کے گل کی مہک جیسی مہک رب دو جہاں نے کسی چمن کو نہیں دی اور نہ ہی کسی مالی کو یہ مقام ملا کہ اسے ان پھولوں جیسا پھول نصیب ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ کائنات میں اس گل جیسی خوشبو کسی گل میں نہیں ہوگی جس کی خوشبو رسول کریم ﷺ کے پسینے سے مستعار لی گئی ہو اور پھر چمن صحابہ نے حضور ﷺ سے مصافحہ بھی کیا ہوگا اور لازمی امر ہے کہ آپ کے ہاتھوں کا مبارک پسینہ ان صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے ہاتھ سے مس ہوا ہوگا آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا بدن ان کے بدن سے مس ہوا ہوگا تو کائنات میں اس نعمت سے محروم لوگ ان کے مقام تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی اسی گلشن نبوی ﷺ کا ایک دمکتا مہکتا پھول ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کریم کے مقام کی بہترین منظر کشی سچے عاشق رسول کریم ﷺ و دیوانہ اصحاب رسول شہید اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے بڑے ہی خوبصورت و دلسوز انداز میں اِن الفاظ کے ساتھ کی ہے:

''اتنی بات تو بالکل کھلی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کیسے ہی ہوں مگر تم سے تو اچھے ہی ہوں گے، تم ہوا پر اُڑ لو، آسمان پر پہنچ جاؤ، سو بار مر کر جی لو، مگر تم سے صحابی تو نہیں بنا جا سکے گا۔ آخر تم وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے جس نے جمال جہاں آرائے محمد (ﷺ) کا دیدار کیا؟ وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو کلماتِ نبوت سے مشرف ہوئے؟ ہاں! تم وہ دِل کہاں سے لاؤ گے جو انفاس مسیحائی محمدی ﷺ سے زندہ ہوئے؟ وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے جو انوارِ قدسی سے منور ہوئے؟ تم وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو ایک بار بشرہ محمدی ﷺ سے مس ہوئے اور ساری عمر ان کی بوئے عنبری نہیں گئی؟ تم وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے جو معیت محمدی ﷺ میں آبلہ پا ہوئے؟ تم وہ زمان کہاں سے لاؤ گے جب آسمان زمین پر اتر آیا تھا؟ تم وہ مکان کہاں سے لاؤ گے جہاں کونین کی سیادت جلوہ آرا تھی؟ تم وہ محفل کہاں سے لاؤ گے جہاں سعادتِ دارین کو شراب طہور کے جام بھر بھر کر دئے جاتے اور تشنہ کامان محبت **''هل من مزيد''** کا نعرۂ مستانہ لگا رہے تھے؟ تم وہ منظر کہاں سے لاؤ گے جو **كأني أرى الله عيانا** کا کیف پیدا کرتا تھا؟ تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے جو **كانما على روسه الطير** کا سماں بندھ جاتا تھا؟ تم وہ صدر نشین تخت رسالت کہاں سے لاؤ گے جس کی طرف هذا الابيض المتكی سے اشارے کیے جاتے تھے؟ (ﷺ) تم وہ شمیم عنبر کہاں سے لاؤ گے جو دیدارِ محبوب میں

خواب نیم شی کو حرام کر دیتی تھی؟ تم وہ ایمان کہاں سے لاؤ گے جو سامان دنیا کو تج کر حاصل کیا جاتا تھا؟ تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے جس کے امام نبیوں کے امام تھے؟ تم قدوسیوں کی وہ جماعت کیسے بن سکو گے جس کے سردار رسولوں کے سردار تھے؟ (ﷺ)

تم میرے صحابہ کو لاکھ برا کہو مگر اپنے ضمیر کا دامن جھنجھوڑ کر بتاؤ اگر تمام سعادتوں کے بعد بھی (نعوذ باللہ) میرے صحابہ برے ہیں تو کیا تم اُن سے بدتر نہیں؟ اگر وہ تنقید و ملامت کے مستحق ہیں تو کیا تم لعنت و غضب کے مستحق نہیں؟ اگر تم میں انصاف وحیاء کی کوئی رمق باقی ہے تو اپنے گریبان میں جھانکو اور میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں زبانیں بند کرو!''۔[بینات محرم الحرام ۱۳۹۰ھ]

مگر کچھ عرصہ سے ایک منظّم طریقے سے صحابہ کو بالعموم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو بالخصوص مجروح کیا جارہا ہے اور طرح طرح کے طعن اُن کی مقدس ذات پر کیے جارہے ہیں۔ اگر یہ حرکت روافض کی طرف سے ہوتی تو ہمیں اِس پر چنداں حیرت نہ ہوتی کہ اس فرقے کی اَساس ہی بغض صحابہ پر ہے۔ لیکن دکھ اور افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ یہ حرکت بریلوی فرقے کی طرف سے کی جارہی ہے جو خود کو اہل سنت باور کرا کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس فرقے کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''فی زمانہ بہت سے سنی کہلانے والے بزرگ بغضِ معاویہ کی بیماری میں گرفتار ہیں''۔

[امیر معاویہ پر ایک نظر: ۱۳۔ قادری پبلشرز لاہور]

اسی طرح بریلویوں کی معروف گدی گولڑہ کے چشم و چراغ پیر نصیر الدین گولڑوی نے ایک کتاب ''نام ونسب'' لکھی ہے، راقم کے پاس اس کی طبع سوم ۲۰۰۱ء کا ایڈیشن ہے۔ جس کے صفحہ ۵۱۴ر پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وارد احادیث کا انکار کیا گیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدعات کا رائج کرنے والا (ص:۵۱۹) کہا گیا۔ اِس کے علاوہ اُن کے نہ صرف کاتب وحی ہونے کا اِنکار اِس کتاب میں کیا گیا ہے بلکہ دیگر کئی سنگین الزامات بھی لگائے گئے۔

اِسی طرح بریلوی مؤرخ احمد رضا مکیش نے اپنی کتاب ''تاریخ اسلام'' میں حضرت عثمان غنی و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اتنی گھناؤنی الزام تراشی کی ہے کہ کتاب کے نئے ایڈیشن میں ناشر کو بھی یہ کہنا پڑا:

''اس کتاب میں مصنف کا انداز بعض مواقع پر انتہائی جارحانہ تھا اور بسا اوقات وہ مسلمہ شخصیات کے بارے میں انتہائی سخت زبان استعمال کر گئے تھے''۔

[تاریخ اسلام تحریف شدہ ایڈیشن: ۱ر۲۴، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور]

آگے چلیئے! مختار جاوید منہاس بریلوی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر عیسائی حکمرانوں سے حد درجہ متاثر ہونے والے دیگر کئی سنگین الزامات لگائے ہیں۔معاذ اللہ
![ملاحظہ ہو: میں زہر ہلاہل کو کیسے کہوں قند؟:۱۱،۱۲،تحریک حسن عمل پاکستان لاہور]

بریلوی امام العلماء قاضی محمد برخوردار ملتانی بریلوی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بدعہد حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ کے قتل کے متمنی بلکہ ساعی اور اُن کی شہادت پر خوشیاں منانے والے جیسے سنگین اور گھٹیا الزام تراشی کی ہے۔[غوث اعظم:۲،۱۷۶،۱۸۲،۱۸۵مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور بار اول ۲۰۱۲ء]

اس کتاب کی اشاعت کے محرک ''بریلوی مجاہد ملت'' ظہور احمد چشتی گولڑوی ہیں جبکہ ناشرین نے کہا ہے کہ وہ عقائد و نظریات کے حوالے سے دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف بالخصوص ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے دامن سے وابستہ ہیں۔[ملاحظہ ہو:غوث اعظم،ص:xiii۔عنوان:عرض ناشر]

پنڈی کے نام نہاد رضاخانی مناظر حنیف قریشی کا بیان ہمارے پاس موجود ہے جس میں وہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے مقابل حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا تعارف انتہائی عامیانہ و گستاخانہ انداز میں کرتے ہوئے بار بار ''No Mavia،No Mavia'' کا اعلان کر رہے ہیں۔معاذ اللہ۔

طاہر القادری کا ایک بیان ہمارے پاس موجود ہے جو ہماری فیس بک پیج

Www.FaceBook.com/RazaKhaniFitna

پر بھی دیکھی جاسکتی ہیں اس میں یہ ضال مضل کہتا ہے کہ میں نے دس محرم الحرام کو لوگوں کو دیکھا کہ بد بخت امیر معاویہ کے فضائل بیان کر رہے ہوتے ہیں، ایسے لوگ خارجی ہیں، ایسے ملاؤں سے پرہیز کریں لوگ ان کو جوتی مار کر مسجدوں سے نکال دیں۔معاذ اللہ!

حویلیاں ضلع ہزارہ کی خانقاہ محبوب آباد کا متولی اور سجادہ نشین محمود شاہ محدث ہزاروی اپنے ایک اشتہار میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔معاذ اللہ منافق اور اور مکہ میں مارنے کے ڈر سے ایمان لایا تھا۔اِس کے علاوہ بھی اس میں اِس قدر بکواسات کی گئی ہیں جو یہاں نقل کرنا راقم کے لیے ممکن نہیں۔

خود رضاء الحسن بریلوی امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے خلاف اپنے مسلک کی اِس سازش اور کھلم کھلا تشیع کا اظہار اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

ا......ادارہ پاکستان شناسی لاہور والے بابا جی ظہور الدین خان امرت سری نے ستمبر ۲۰۱۰ء میں ''البلاغ'' پر پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری چھاپی تو اس کے شروع میں ڈاکٹر وحید عشرت کا دیباچہ شامل کیا، اس میں انہوں نے حضرت معاویہ کے متعلق کئی طرح کی سست باتیں لکھ کر ان کے کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کی۔

۲......پیر ہارون الرشید (موہڑہ شریف کوہ مری ضلع راولپنڈی) نے اپنی دعا کے دوران حضرت سیدنا ومولانا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو ''منافق'' کہا۔ (العیاذ باللہ)

۳......قاری ظہور احمد فیضی نے ''شرح خصائص علی'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق مردود ومطرود اقوال بیان کیے ہیں۔

۴......شیخ الاظلام ڈاکٹر طاہر القادری کا بیداری شعور کے سلسلے میں کیے ہوئے ایک خطاب کا ایک چھوٹا سا حصہ ہم تک پہنچا ہے اس میں ضمناً انہوں نے جناب معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مناقب بیان کرنے والوں کو فتنہ گر ملا یزیدی ٹولہ خارجی الذہن حب اہل بیت کے مخالف وغیرہ قرار دیا ہے۔

۵......ملا برخوردار ملتانی کی کتاب غوث اعظم حال ہی میں زاویہ پبلی شرز لاہور سے چھپی ہے۔ ......مصنف نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں ایسے حیاء سوز وظلمت آمیز جملے لکھے ہیں جنہیں پڑھ کر کسی بھی سچے مسلمان کا ایمان زخمی ہو جاتا ہے۔

۷......سید مزمل حسین شاہ نے ایک مقام پر تقریر کی جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر بڑا ہی بے باک طعن کیا جس پر حاضرین میں سے نعرہ بلند ہوا ''معاویہ پر لعنت'' (اعوذ باللہ) مزمل حسین شاہ نے فوری طور پر اسے منع کیا۔ مگر چند لمحے گزرنے کے بعد اس لعین شخص کا ذکر اِن الفاظ میں کیا: ''میں اپنے عزیز کو داد دیتا ہوں، اس کے اپنے جذبات تھے''۔

مولانا مفتی شوکت سیالوی صاحب (خانیوال) نے چند سال قبل ڈیرہ غازی خان میں ایک تقریر کی تھی جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں بے احتیاطی سے کئی باتیں نکل گئیں۔

[بحوالہ سیدنا امیر معاویہ: ٦ تا ١١ مطبوعہ لاہور]

آگے چلئے بریلویوں کے پیر طریقت صوفی مسعود احمد لاثانی سرکار (جو بقول خود پانچ سو سے زائد مزارات وآستانوں کی نمائندہ جماعت تنظیم مشائخ کے امیر ہیں) کے ترجمان رسالے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی گستاخی ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے یزید کو اپنا جانشین نامزد کر کے اسی اصول دین کی خلاف ورزی کی تھی''۔ [ماہنامہ لاثانی انقلاب انٹرنیشنل، دسمبر ۲۰۱۰ء، ص: ۸]

بریلوی حکیم الامت احمد یار گجراتی حضرت امیر معاویہ وشیر خدا علی رضی اللہ تعالی عنہما کی شان میں سوء ادبی کرتے ہوئے انہیں آپس میں کینہ پرور لکھتا ہے۔ معاذ اللہ:

''یعنی جنتی لوگوں کے دلوں میں جو کینہ وغیرہ تھے وہ یہاں دُور کر دیئے جاویں گے جیسے حضرت علی و امیر معاویہ رضی اللہ عنہما وغیرہ حضرات''۔ [نور العرفان حاشیہ کنز الایمان: ۳۸۔ نعیمی کتب خانہ گجرات]

مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا وقت؛ ایک غلط فہمی کا ازالہ

بندہ ناچیز نے اپنے دادا اُستاذ حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہم کی مایہ ناز تالیف ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' [مدلل] حضرت دادا جان (امام اہل سنت) رحمہ اللہ تعالیٰ کو مکمل دو مرتبہ سنائی تھی اور اس پر تقریظ کی گذارش کی تھی۔ جس پر انہوں نے بندہ کے والد مکرم مدظلہم کو تقریظ لکھنے کا حکم فرمایا۔ پھر بندہ نے ہی وہ تقریظ دادا جان کو سنائی تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور والد مکرم مدظلہم کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ جب بندہ دادا جان کو کتاب سنا رہا تھا تو کتاب میں نزول عیسیٰ کا وقت ''نمازِ عصر'' سن کر اُنہوں نے نوٹ لکھوایا تھا کہ نمازِ عصر نہیں فجر ہے۔ بندہ نے وہ نوٹ تقریظ کے ہمراہ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ اُس نوٹ کے ساتھ کچھ اور بھی باتیں تھیں۔ جو اَب بندہ کو یاد نہیں۔ لیکن کتاب کے نئے ایڈیشن میں دادا جان کی تقریظ تو شامل ہے، لیکن وہ نوٹ نہیں۔ اور کتاب میں وقت بدستور ''عصر'' ہی درج ہے۔ نجانے اُس نوٹ کا کیا ہوا؟

اِس وضاحت کی ضرورت اِس لیے پیش آئی کہ دادا جان رحمہ اللہ کی تحریرات میں وقتِ نزول عیسیٰ ''نمازِ فجر'' بتاکید مذکور ہے۔ جبکہ ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' میں ''نمازِ عصر'' کا ذکر ہے۔ اور اُس پر دادا جان کی تقریظ بھی موجود ہے۔ اِس سے کسی کو اُلجھن نہ ہو۔ [حمزہ]

ایک ساتھی کے سوال کے جواب میں بندہ نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نمازِ فجر کے وقت ہوگا، اس سے اگلے دن اسی ساتھی کا فون آیا کہ بہشتی زیور میں تو لکھا ہوا ہے کہ نزولِ عیسیٰ عصر کے وقت ہوگا۔ اس پر بندہ کشمکش میں پڑ گیا کہ یہ کیا ہوگیا، اسی وقت بندہ نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہی ٹھیک ہوگا، مجھے غلطی لگی ہوگی۔ پھر جب بہشتی زیور اٹھا کر دیکھا تو وہاں واقعتاً یہی مذکور تھا، تشویش اس بات پر تھی کہ میرے ذہن میں نمازِ فجر کے وقت کی تعیین کس بناء پر بیٹھی ہوئی ہے؟! اسی جستجو میں مزید تلاش کی تو مفتی نظام الدین شامزئی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''عقیدہ ظہورِ مہدی'' میں بھی یہی بات ملی، ان دونوں کتابوں میں حوالہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ کے ایک رسالہ ''قیامت نامہ'' کا دیا گیا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا وہ رسالہ تلاش کر کے اس میں بھی دیکھا تو وہاں علامہ برزنجیؒ کی کتاب ''الاشاعۃ'' کا حوالہ موجود تھا۔

اس پر مزید تحقیق کی تو راجح اور اصح قول نمازِ فجر کے وقت ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونا سامنے آیا، نہ کہ نمازِ عصر کے وقت۔ پوری تفصیل قارئین کے فائدے کی خاطر نذرِ قرطاس کی جاتی ہے:

بہشتی زیور کی عبارت

''دجال ملکِ شام پہنچے گا، جب دمشق کے قریب ہوگا، تو حضرت مہدی علیہ الرضوان وہاں پہلے سے پہنچ چکے ہوں گے اور لڑائی کی تیاری میں مشغول ہوں گے کہ عصر کا وقت آجائے گا، مؤذن اذان دے گا اور لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسی علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اُترتے نظر آئیں گے اور جامع مسجد کے مشرق کی طرف والے منارے پر آکر ٹھہریں گے، وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے............الخ''۔

حضرت مولانا محمد اشرف تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مضمون احادیث میں اس طرح مسلسل نہیں آیا، بلکہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ نے بہت سی متفرق احادیث کو جمع کر کے ترتیب دیا ہے۔ (بہشتی زیور، حصہ پنجم، تھوڑا سا حال قیامت اور اس کی نشانیوں کا، ص:۵۰۱، ۵۰۲، دارالاشاعت)

''عقیدہ ظہورِ مہدی'' اور ''قیامت نامہ'' کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''عقیدہ ظہور مہدی'' میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ کے رسالے ''قیامت نامہ'' [ص:۱۴، مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی] سے ہی یہ مضمون نقل کیا ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی ذکر کردہ تحریر کا ماٴخذ علامہ برزنجیؒ کی کتاب ''الاشاعۃ'' (ص: ۱۶۹) ہے۔ اور آگے علامہ برزنجیؒ نے یہ مضمون ابن العربیؒ کی کتاب ''الفتوحات المکیہ'' سے نقل کیا ہے، جس میں نمازِ عصر کے وقت نزول کا ذکر ہے۔

ابن العربی رحمہ اللہ کا قول

ابن العربی رحمہ اللہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

"ینزل علیه عیسیٰ ابن مریم بالمنارة البیضاء بشرقي دمشق بین مهرودتین متکئا علی ملکین: ملك عن یمینه وملك عن یساره، یقطر رأسه ماء مثل الجمان، یتحدر کأنما خرج من دیماس، والناس في صلوٰة العصر، فیتنحی له الإمام من مقامه، فیتقدم فیصلي بالناس، یؤم الناس بسنة محمد صلی الله علیه وسلم". (الفتوحات المکیة، الباب السادس والستین والثلث مأة، في معرفة وزراء المهدي: ٥١/٦، دار الکتب العلمیة)

ایسے موقع پر (جس کا ذکر ماقبل میں گزرا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی جانب، سفید

مینارے پر دو زرد چادروں میں لپٹے ہوئے اتریں گے، اس حال میں کہ آپ دو فرشتوں پر ٹیک لگائیں ہوئے ہوں گے، ایک فرشتہ آپ کی دائیں جانب ہوگا اور دوسرا بائیں جانب۔ آپ کے سر مبارک سے موتیوں کی مانند پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، جیسا کہ آپ ابھی غسل خانہ سے نکلے ہوں، اس وقت لوگ نمازِ عصر کے لیے تیار کھڑے ہوں گے۔ امام (آپ کو دیکھ کر) آپ کے لیے اپنے مصلی سے پیچھے ہٹ جائے گا، (تا کہ آپ نماز پڑھائیں) تو آپ آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، اور سنت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق امامت کرائیں گے۔

قولِ محقق

تتبع کتب کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ محض ابن العربیؒ کا اپنا قول ہے، انہوں نے اس قول کی دلیل میں کسی روایت کو پیش نہیں فرمایا، صرف اس مقام سے کچھ آگے سنن ترمذی کی ایک روایت نقل کی ہے، جو صحیح مسلم میں بھی موجود ہے، لیکن اس روایت میں کہیں بھی عصر کے وقت نزول کا ذکر نہیں ہے۔

اس موضوع پر مقدور بھر کوشش کرنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا کہ لفظِ ''عصر'' کی ''فجر'' کے ساتھ لفظی مشابہت کی وجہ سے کتابت کی غلطی سے ایسا تغیر ہو گیا ہے، کیونکہ بہت ساری کتب تفاسیر، کتب احادیث، شروح احادیث، کتب علم الکلام اور عربی و اردو فتاویٰ جات میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا وقت: ''صبح کا وقت/ نمازِ فجر/ بوقتِ سحر'' مذکور ہے، نا کہ نمازِ عصر کا وقت، مثلا: تفسیر ابن کثیر، جامع البیان للطبری، الدر المنثور، سنن ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، مستدرک علی الصحیحین، مجمع الزوائد، تکملہ فتح الملہم، الحاوي للفتاوي، الفتاویٰ الحدیثیه، فتاویٰ عزیزیہ، جواهر الفقه، معارف الحدیث، آپ کے مسائل اور ان کا حل وغیرہ۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تو اپنی تفسیر اور تاریخ میں نزول عیسی علیہ السلام سے متعلق احادیث متواترہ ذکر کرنے کے بعد ان سے اخذ کردہ فوائد ذکر کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ نزول نماز فجر کے وقت ہوگا۔ ملاحظہ ہو:

> "فهٰذه أحاديث متواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم .... وفيها دلالة على صفة نزوله ومكانه من أنه بالشام، بل بدمشق عند المنارة الشرقية، وأن ذٰلك يكون عند إقامة صلاة الصبح......إلخ". (تفسير ابن كثير، سورة النساء، رقم الآية: ١٥٥-١٥٩، ٤/٣٦٣، مؤسسة قرطبة)

پس یہ (تمام) احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں............ اور ان احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی کیفیت، نازل ہونے کی جگہ پر راہنمائی ملتی ہے کہ آپ

ملک شام، بلکہ (ملکِ شام کے شہر) دمشق کی مشرقی مینارے پر اتریں گے، اور یہ کہ یہ اترنا نمازِ صبح کی جماعت کھڑی ہونے کے وقت ہوگا...... اِلخ

وأنه ينزل على المنارة البيضاء بدمشق، وقد أُقيمت صلاة الصبح، فيقول له إمام المسلمين: تقدم يا روح الله! فصل، فيقول: لا، بعضكم على بعض أمراء، تكرمة الله هذه الأمة". (البداية والنهاية، قصة عيسى بن مريم، صفة عيسىٰ عليه السلام وشمائله وفضائله: ۵۲۶/۲، دار هجر للطباعة والنشر)

اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید مینار پر اتریں گے، اس وقت نمازِ صبح کی اقامت کہی جا چکی ہوگی، تو آپ کو (دیکھ کر) مسلمانوں کا امام کہے گا، اے روح اللہ! آگے تشریف لائیے اور (ہمیں) نماز پڑھائیے، تو اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے: نہیں، اللہ تعالیٰ کا اس امت پر یہ اعزاز ہے کہ تم میں سے بعض، دوسرے بعض پر امیر ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ عصر کے وقت میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ماسوا مذکورہ بالا تین کتب کے کہیں کچھ نہیں ملا، ہر جگہ نمازِ فجر کے وقت کی تعیین ہی ملی، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ عصر کے وقت نزول کی تردید پر سوائے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ کے، دیگر شارحین یا محدثین کرام وغیرہ کا کوئی کلام نہیں ملا، والله تعالیٰ اعلم بالصواب و علمه اکمل و اتم.

امام اہل سنت، حضرت اقدس، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب ''توضیح المرام فی نزول مسیح علیہ السلام'' میں ایک مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر قادیانیوں کی کتب سے ہی دلائل دیتے ہوئے، تیسرے حوالے (مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ: حجج الکرامۃ، ص: ۴۱۸ میں ابن واطیلؒ وغیرہ سے روایت لکھی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام عصر کے وقت آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ تحفہ گولڑویہ، ص: ۱۸۴) کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''یہ تین حوالے ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے نقل کیے ہیں، جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح ہے اور اپنے اقرار اور بیان سے بڑھ کر آدمی کے لیے اور کیا حجتِ مِلزمہ ہوسکتی ہے؟! صحیح احادیث کے پیشِ نظر جن کا ذکر اسی پیشِ نظر کتاب میں باحوالہ ہو چکا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا نزول عصر نہیں بلکہ بوقتِ صبح، صلاۃ صبح ہوگا، کما مرّ۔ (توضیح المرام فی نزول مسیح علیہ السلام، عیسائی بھی مسیح علیہ السلام کے رفع اور نزول کے قائل اور ان کی آمد کے منتظر ہیں، ص: ۲۷، طبع پنجم، اگست/۲۰۱۰ء، مکتبہ صفدریہ)

رہ گئی یہ بات کہ پھر اتنے بڑے حضراتِ اکابر نے وقتِ عصر کیسے ذکر کر دیا؟؟ تو جاننا چاہیے کہ ان اکابرین سے اس مسئلے میں سہو ہو جانے سے ان کی شانِ میں فرق نہیں پڑتا، بلکہ یہ تو دلیل ہے کہ معصوم عن الخطا

صرف حضرات انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں اور کوئی نہیں۔ نیز! یہ سہو اپنے سے متقدم کے اوپر اعتماد کرتے ہوئے نقل در نقل میں خطا کی قبیل میں سے ہے اور ایسا صرف انہی سے نہیں بلکہ بہت سے حضرات اکابرین سے صادر ہونا مشاہد ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کا وقت ''نمازِ فجر'' ہی بیان کیا جائے اور لکھا جائے، تاوقتیکہ نمازِ عصر کے وقت کی تصریح صحیح روایات سے سامنے آجائے۔ ☆☆☆☆

المرسل: محمد عدیل عمران، لاہور

صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی گستاخی کا انجام بد

مجلّہ صفدر ۵۰ر میں مولانا مفتی امان اللہ نادر خان صاحب (رفیق شعبہ تصنیف وتالیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی) کا اہم مضمون ''حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ڈاکٹر رضوان ندوی کی تنقید کا علمی محاسبہ'' شائع ہوا، یہ مضمون پڑھ کر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی وہ بات یاد آئی جو انہوں نے ''خلافت وملوکیت'' میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرنے پر مودودی صاحب کو لکھی تھی۔ آیئے! شہید اسلام کی وہ تحریر پڑھیں۔

''جو لوگ مولانا مودودی کی بات پر ایمان لا کر مولانا کی اس افسانہ طرازی کو حقیقت سمجھیں گے وہ حضرت معاویہؓ اور اس دور کے تمام اکابر صحابہ وتابعین سے محبت رکھیں گے یا ان پر لعنت بھیجیں گے؟ اور خود مولانا موصوف نے ان عبارتوں میں حضرت معاویہ کو برا بھلا نہیں کہا تو کیا ان کی قصیدہ خوانی فرمائی ہے؟ اگر میں یہ گزارش کروں کہ خود انہی کی نقل کی ہوئی حدیث کے مطابق ''وہ فاسق ہی نہیں بلکہ ان کا ایمان بھی مشتبہ ہے'' تو کیا یہ گستاخی بے جا ہوگی؟ مولانا مودودی سے مجھے توقع نہیں کہ وہ اپنی غلطی پر کبھی نادم ہوں گے، مگر میں یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کا انجام نہایت ہی خطرناک ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ شیعوں کے ایک عالم محقق طوسی نے اپنی کتاب تجرید العقائد کے آخر میں صحابہ کرامؓ پر تبرا کیا تھا۔ مرنے لگا تو غلام احمد قادیانی کی طرح منہ کے راستے سے نجاست نکل رہی تھی۔ اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: ''ایں چیست؟ (یہ کیا ہے؟) کوئی خوش عقیدہ عالم وہاں موجود تھے بولے۔

''ایں ہماں ریداست کہ در آخر تجرید خوردی'' یہ وہی گندگی ہے جو تو نے تجرید کے آخر میں کھائی تھی۔

حق تعالیٰ ہمیں ان اکابر کے سوء ادب سے محفوظ رکھے۔ آمین''

[اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۱۳۱،۵۳۱]

مولانا مجیب الرحمٰن، ڈیرہ اسماعیل خان قسط:۲

حدیث کلاب حوأب کا مصداق اور قاضی طاہر علی کی تحقیق پر ایک نظر

حدیث کلاب حوأب کی تحقیق میں قاضی صاحب کے اکابر:

قاضی صاحب موصوف نے حدیث کلاب حوأب پر عدم اعتماد کے لیے جن ''اکابر'' کا سہارا لیا، اُن میں ایک حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی صاحب ہیں جو کہتے ہیں:

''یہ روایت سراسر غلط اور موضوع ہے۔''

[حدیث کلاب حوأب کا مصداق کون؟:۳۳......بحوالہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ شخصیت اور کردار:۲۹۰]

دوسرے ''بزرگ'' مولانا سعید الرحمٰن علوی صاحب ہیں جو اِس روایت کے بارے میں کہتے ہیں:

''اِس واقعہ کی بنیاد ایک وضعی جعلی اور من گھڑت حدیث ہے، ایسے ہی جیسے ہمارے ذخیرہ حدیث میں بہت سی غلط روایات عجمی سازش کے سبب داخل ہوگئیں۔''

[مصداق کون؟:۵۷......بحوالہ خلفائے راشدین حسن کردار و عمل:۴۶۹ برحاشیہ]

علوی صاحب شاید منکرین حدیث سے متأثر ہیں جو اُن کی بولی بول رہے ہیں کہ: ''ذخیرہ حدیث پر عجمی سازش اثر کرگئی کہ کئی غلط روایات ذخیرۂ حدیث میں داخل ہوگئیں۔'' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے حدیث کی تحقیقات میں اتنی محنت کی ہے کہ کوئی بندہ اب صحیح ثابت احادیث نبویہ پر انگلی نہیں اٹھا سکتا، گویا روٹی پکا کر ہمیں کھانے کو پیش کردی ہے کہ: لوکھاؤ! علوی صاحب ہوں یا سیالکوٹی حضرت، اِن لوگوں کی حیثیت بھی قاضی صاحب جیسے محقق کی سی ہے، کیا یہ لوگ آئندہ سطور میں ذکر ہونے والے بڑے بڑے محققین کے مقابلے میں کوئی حیثیت رکھتے ہیں؟ کیا علم حدیث و علم اسماء الرجال میں اِن لوگوں کی مہارت مسلّم ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور چونکہ احادیث مبارکہ اور اُن کے رِجال کی صحت وضعف اور رد و قبول میں ائمہ حدیث اور ائمہ اسماء الرجال کا قول معتبر ہوتا ہے۔ (ظاہر ہے سونے کی پہچان سنار کے بجائے کمہار سے نہیں ہوسکتی۔) اور یہ ''حضرات'' کیونکہ علم حدیث اور اسماء الرجال میں کوئی مقام و مرتبہ نہیں رکھتے، اِس لیے اِن پر زیادہ تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم حدیث کی اصل حقیقت واضح کرنے کے لئے اپنے مطلب کی طرف آتے ہیں۔

حدیث کلاب حوأب کے راوی:

اِس حدیث کے بنیادی مآخذ کے ذکر کے بعد دوسرا سوال یہ ہے کہ: اِس حدیث کے راوی کتنے ہیں؟ اِس کے ایک راوی قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیچارے قاضی صاحب کے عتاب کا شکار ہیں۔ اور قاضی صاحب اُن پر گرج برس رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ بے چارہ اکیلا کیوں زیر عتاب ہے؟ اِس کا صرف یہی ایک راوی تو نہیں ہے، اور بھی ہیں۔ ہم ذرا تفصیل سے اِس کے رواۃ کا جائزہ لینا چاہیں گے۔

راقم کے علم کے مطابق حدیث کلاب حوأب کے راوی صحابہ رضی اللہ عنہم میں تین ہیں: (۱) ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (۲) حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (۳) حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ اِن صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے دو حضرات کے حوالے براہِ راست اصل کتابوں سے راقم کے سامنے ہیں، تیسرے صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بالواسطہ معلوم ہوئی ہے۔ اِسے ہم یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ: اصل راوی دو ہیں اور اِن دو میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والوں میں ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حدیث کلاب حوأب اور اس کا متن:

اِس حدیث کے دو متن ہیں۔ لہٰذا اِس کی سند اور رجال پر تفصیلی کلام سے قبل متن ذکر کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہر متن کی سند اور رواۃ پر بحث ہو سکے۔

(۱)......ایک متن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

(۲)......جبکہ دوسرا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا یا قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے۔

۱)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أيّتكن صاحبة الجمل الادبب يُقتَلُ حوليها قتلى كثيرة تنجو بعد ما كادت.[ابن ابی شیبه] تم میں سے بکثرت بالوں والے اونٹ والی کون ہوگی جس کے آس پاس بہت سے آدمی قتل ہوں گے، پھسلنے کے قریب ہو کر (یا لڑنے کے بعد) بچ جائے گی۔

۲)......حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی یا قیس کی روایت ہے کہ:

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنو عامر کے کسی پانی کے پاس سے رات کو گذریں تو اُن پر کتے بھونکنے لگے، آپؓ نے پوچھا یہ کونسا پانی ہے؟ حاضرین نے بتایا کہ: حوأب کا پانی ہے، تو ٹھہر گئیں اور کہنے لگیں: میں خیال کرتی ہوں کہ لوٹ جاؤں، تو حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: (واپس نہ جائیں، یہیں) ٹھہریں! اللہ آپ پر رحم کرے، (صرف ٹھہریں ہی) نہیں! بلکہ آگے چلیں، آپ کو مسلمان دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن میں صلح کی صورت پیدا کر دے گا۔ فرمایا: میں تو خیال کرتی ہوں کہ لوٹ جاؤں، بیشک میں نے

رسول اللہ ﷺ سے سنا:

قال لناذات یوم: کیف بإحداکنّ تنبح علیها کلاب الحوأب. [ابن ابی شیبه] **ایک دن ہم کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیسے حال ہوگا تم بیویوں میں سے ایک کے ساتھ کہ اُس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔**

اسنادِ حدیث:

اَب اس حدیث کی سندوں کی صورت حال بھی ملاحظہ ہو!

(ا)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی سند:

ا)......**امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** ثنامحمدبن عثمان بن کرامة ثنا عبیدالله بن موسٰی عن عصام بن قدامة البجلی عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ.

۲)......**امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** أخبرنا أبو إسماعیل داؤد بن محمد بن محمود بن ماشاذه وغیره إن زاهر بن طاهرالشحامی أخبرهم أنبأ أحمد بن منصور المغربی ثنا محمد بن الفضل بن محمد بن إسحاق بن خزیمة أنبأجدی محمدبن إسحاق بن خزیمة ثنا نصر بن علی أنبأ عبد الله بن داؤد عن عصام بن قدامة عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما.

۳)......**امام ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں:** حدثنا وکیع عن عصام بن قدامة عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ.

۴)......**امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** حدثنا فهد بن سلیمان حدثنا أبو نعیم حدثنا عصام بن قدامة عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال لنسائه.

اِس سے ظاہر ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے والے اُن کے شاگرد صرف حضرت عکرمہ رحمہ اللہ ہیں، اور حضرت عکرمہؒ سے روایت کرنے والے صرف عصامہ بن قدامہ بجلی ہیں، مگر عصامہ سے روایت کرنے والے چار ہیں:

ا۔عبداللہ بن داؤد ۲۔عبیداللہ بن موسٰی ۳۔امام وکیع ۴۔ابونعیم رحمہم اللہ۔

ا۔اس کے بعد عبیداللہ سے راوی محمد بن عثمان بن کرامہ۔

(محمد بن عثمان بن کرامہ سے روایت کرنے والے امام بزار ہیں۔)

۲۔اور عبداللہ سے راوی امام ابن خزیمہ ہیں۔

۳۔اور امام وکیع سے روایت کرنے والے امام ابن ابی شیبہ ہیں۔

۴۔ابونعیم سے روایت کرنے والے فہد بن سلیمان اور فہد سے راوی امام طحاویؒ ہیں۔

(یہاں سے آگے کی سند پر زیادہ غور کی ضرورت نہیں۔) یہاں توجہ طلب بات یہ ہے کہ اِس سند میں قاضی صاحب کے بیان کردہ مجروح راویوں میں سے کوئی راوی موجود نہیں ہے۔رہا یہ سوال کہ یہ سب رواۃ ثقہ ہیں، اِن میں کوئی مجروح راوی تو نہیں؟ فی الحال اِس پر بحث کی ضرورت نہیں۔

(۲)......حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی سند:

۱)......**امام نعیم بن حماد فرماتے ہیں:** حدثنا يزيد بن هارون عن ابن أبي خالد عن قيس بن أبي حازم عن عائشة رضى الله عنها عن النبیﷺ أنه قال لأزواجه.

۲)......**امام ابراہیم بن اسحاق حربی فرماتے ہیں:** حدثنا ابن نمير حدثنا عبدة عن إسماعيل عن قيس عن عائشة أن النبیﷺ قال لأزواجه.

۳)......**امام ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں:** حدثنا أبوأسامة قال حدثنا إسماعيل عن قيس قال وفيه قالت: ما أظنني إلاراجعةً، إني سمعت رسولَ اللهﷺ قال لناذات يوم. الحديث

۴)......**امام ابن حبان فرماتے ہیں:** أخبرنا عمران بن موسٰى بن مجاشع قال حدثنا عثمان بن أبي شيبة قال حدثنا وكيع وعلى بن مسهرعن إسماعيل عن قيس...... وفيه قالت: ما أظنني إلاراجعة، إني سمعتُ رسولَ اللهﷺ يقول. الحديث

۵)......**امام ابویعلیٰ فرماتے ہیں:** حدثنا عبد الرحمن بن صالح حدثنا محمد بن فضيل عن إسماعيل بن أبي خالد عن قيس بن أبي حازم قال مرت عائشة...... وفيه قالت: ردوني، سمعت رسولَ اللهﷺيقول. الحديث

۶)......**امام احمد بن حنبل خود فرماتے ہیں:** حدثنا يحيى عن إسماعيل حدثنا قيس قال...... وفيه قالت: إن رسول اللهﷺ قال لهاذات يوم. الحديث

حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن إسماعيل بن أبي خالد عن قيس بن أبي حازم أن عائشة...... قالت: ما أظنني إلاراجعة، إن رسولَ اللهﷺ قال لنا. الحديث

۷)......**امام حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:** حدثنا أبوعبد الله محمد بن يعقوب الحافظ ثنا محمد بن عبد الوهاب العبدى ثنا يعلى بن عبيد ثنا إسماعيل بن أبي خالد عن قيس بن أبي حازم قال لمابلغت عائشة...... قالت: ما أظنني إلاراجعة، سمعت رسولَ اللهﷺ يقول. الحديث.

۸)......امام سلیمان بن احمد طبرانی فرماتے ہیں: حدثنا محمد بن علی نا یزید بن موھب ثنا یحیی بن زکریا بن أبی زائدة عن مجالد عن الشعبی عن مسروق عن عائشة، قالت ...... وفی ذلك الیوم قال لنا کیف. الحدیث

۹)......امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں: أخبرنا جریر عن إسماعیل بن أبی خالد عن قیس بن أبی حازم قال أقبلت عائشة...... وفیه فقالت: ما أظننی إلا راجعة، فإنی سمعتُ رسولَ اللهﷺ یقول. الحدیث

۱۰)......امام احمد بن الحسین بیہقی فرماتے ہیں: أخبرنا أبوعبدالله الحافظ قال: سمعتُ أبا عبدالله الزبیر بن عبدالواحد یقول: سمعتُ عبدان الأهوازی یقول: حدثنا عمرو بن العباس حدثنا محمد بن جعفرحدثنا شعبة عن إسماعیل بن أبی خالد عن قیس أن عائشة لما أتت علی الحوأب...... وفیه فقالت: ما أظننی إلاراجعةً، إنی سمعتُ رسولَ اللهﷺ قال لنا. الحدیث

أخبرنا أبوعبدالله الحافظ حدثنا أبوعبدالله محمد بن یعقوب الشیبانی حدثنا محمد بن عبدالوهاب العبدی حدثنا یعلی بن عبید حدثنا إسماعیل بن أبی خالدعن قیس بن أبی حازم قال....... قالت: ما أظننی إلاراجعة، سمعتُ رسول اللهﷺ یقول. الحدیث

۱۱)......امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی (م ۹۴۲ھ) اپنی کتاب سبل الهدیٰ والرشادفی سیرة خیرالعباد [۱۶۵/۱۰، طبع بیروت] میں ذکرفرماتے ہیں: وروی أبویعلی وابن حبان عن قیس بن أبی حازم عن أنس رضی الله عنه قال: بلغت عائشة بعض میاه بنی عامر...... قالت: ما أظننی إلا راجعة، سمعت رسول اللهﷺ قال لنا ذات یومٍ. الحدیث

ان سب سندوں پر غور فرمائیں کہ یہ روایت حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نقل نہیں کرتے، کیوں کہ قیس خود صحابی نہیں ہیں، اگر چہ اُن کے والد حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست روایت کرنے والی ام المؤمنین سیدتنا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے) قاضی صاحب کے عتاب کا شکار بے چارے) قیس اکیلے نہیں ہیں بلکہ دو یا (امام صالحی کے حوالے کے مطابق) تین راوی ہیں:

۱۔حضرت انسؓ ۲۔قیس بن ابی حازم ۳۔مسروق

پھر ان سے روایت کرنے والا ایک ایک راوی ہے:

۱۔مسروق سے امام شعبیؒ ۲۔حضرت انسؓ وقیس سے اسماعیل بن ابی خالد

ا۔ پھر امام شعبیؒ سے روایت کرنے والا تو ایک مجالد ہے۔......اوران سے بھی ایک یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ۔......اوران سے یزید بن موہب اوران سے شیخ طبرانی محمد بن علی......اوران سے امام طبرانی روایت کرتے ہیں۔

۲۔مگر اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کرنے والے: یزید بن ہارون، ابواسامہ، عبدہ، امام وکیع، علی بن مسہر، محمد بن فضیل، یحییٰ بن سعید، شعبہ، جریر، یعلی بن عبید وغیرہم ہیں۔

اوران حضرات سے آگے روایت کرنے والے: امام نعیم بن حماد، ابن ابی شیبہ، امام احمد، عثمان بن ابی شیبہ، ابن نمیر، عبدالرحمٰن بن صالح، محمد بن جعفر، محمد بن عبدالوہاب العبدی، امام اسحاق بن راہویہ وغیرہم ہیں۔(اِس سے آگے سند پرغور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔)

اب دونوں روایتوں کے مجموعہ کو دیکھیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ:

دوصحابی راوی ہیں۔اوران دو سے آگے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرنے والا ایک عکرمہؒ اور ام المؤمنینؓ سے روایت کرنے والے تین: حضرت انسؒ، قیسؒ، مسروقؒ ہیں۔کل چار ہوئے۔

اِس طرح حدیث کلاب حوأب اپنے دوسرے دور میں (تابعین کے دور میں) خبر واحد سے نکل کر ''خبر مشہور'' میں داخل ہوگئی۔

تیسرے دور میں تین راوی ہوئے: ایک روایتِ ابن عباس کا۔اور دو ام المؤمنین کی روایت کے۔

اور چوتھے دور کے راویوں کی تعداد دیکھیں تو مشہور سے اوپر متواتر کے درجہ میں جا پہنچتی ہے، (گو متواتر کی اصطلاحی تعریف صادق نہ ہونے کی وجہ سے متواتر نہیں ہے۔) اِس لیے اِس حدیث کی صحت کا انکار کرنا مناسب نہیں۔ امام ابن عربیؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی تحقیق کے مطابق اِس کو ضعیف یا موضوع قرار دیا ہے تو وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ دینے کے مکلّف ہیں۔اور ہم لوگ اپنے علم کے مطابق فیصلہ دینے کے مکلّف ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق اِس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہمارا یہ فیصلہ: ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون کا مصداق ہرگز نہیں ہے، بلکہ اسلاف کی تائیدات وتصدیقات ہمارے فیصلے پر موجود ہیں۔

محققین کے فیصلے:

لیجیے! ڈھیر سارے محققین کے فیصلے یہ ہیں:

(۱)......امام ابن کثیر شافعی رحمہ اللہ ام المؤمنین (یا کہیں قیس بن ابی حازم) کی حدیث سے متعلق فرماتے ہیں:

وھذا اسناد علی شرط الشیخین ولم یخرجوہ . یہ حدیث امام بخاری ومسلم کی شرط پر ہے

لیکن اِن ائمہ نے اس کو بیان نہیں کیا۔[البدایة ۲۳۶/۶ طبع داراحیاء التراث العربی بیروت، معجزات النبی: ۲۹۰/۱]
(۲)......علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأخرج هذا أحمد و أبويعلى والبزار وصححه ابن حبان والحاكم، وسندهٗ على شرط الصحيح. [فتح الباری: ۴۳۸/۱۴، طبع دارالفکر، کتاب الفتن] اس حدیث کو امام احمد وابویعلی وبزار نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کی سند صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔
(۴/۳)......امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے اِس حدیث پر سکوت کیا اور جس حدیث پر امام حاکم کے ساتھ ذہبی بھی سکوت کریں تو وہ حدیث ''حسن'' ہوتی ہے، علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فما أقره عليه فهو صحيح وماسكت عنه ولم يتعقه بشيءٍ فهو كما قال ابن الصلاح حسن. [قواعد فی علوم الحدیث] جس روایت پر امام حاکم کے حکم کو امام ذہبی برقرار رکھے، وہ حدیث صحیح ہوتی ہے اور جس پر ذہبی سکوت کریں تو جیسا کہ امام ابن صلاح نے فرمایا وہ حدیث حسن ہوتی ہے۔
لیکن امام ذہبی نے اپنی کتاب سیراعلام النبلاء میں فرمایا ہے:

هذاحديث صحيح الاسناد ولم يخرجوه. [سیراعلام النبلاء: ۴۵۳/۳، طبع دارالحدیث قاہرہ] یہ حدیث صحیح سند والی ہے لیکن (بخاری، مسلم) نے اس کو بیان نہیں کیا۔
(۵)......امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ نے اِس کو الأحاديث المختارة میں روایت کیا ہے اور اپنی کتاب کے شروع میں فرمایا کہ: ہم نے وہ احادیث ذکر کیں جن کی سندیں عمدہ ہیں، اگر کسی حدیث میں کوئی علت تھی تو وہ بیان کی۔[الأحاديث المختاره: ۶۹/۱]
امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وجميع مافى هذه الكتب الخمسة صحيح، فالعزواليها معلم بالصحة سوى ما في المستدرك من المتعقب. [ديباجة جمع الجوامع، کنزالعمال: ۱۸/۱] بخاری، مسلم، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، المختارہ ضیاء مقدسی میں جو روایات ہیں سب صحیح ہیں، تو ان کی طرف نسبت صحیح ہونے کی علامت ہے سوائے مستدرک کی ان روایتوں کے جن پر گرفت کی گئی ہے۔
علامہ محمد بن جعفر الکتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

التزم فيه الصحة وذكرفيه أحاديث لم يسبق إلى تصحيحها وقدسلم له فيه إلا أحاديث يسيرة جداً تعقبت عليه. [الرسالة المستطرفة : ۲۷] امام ضیاء نے اس کتاب میں صحت (صحیح احادیث ذکر کرنے) کا التزام کیا ہے، اور اس میں ایسی حدیثیں بھی ذکر کیں جن کو ان سے پہلے کسی نے صحیح نہیں کہا اور اس میں ان کو (غلطی سے) سلامتی رہی سوائے بہت تھوڑی حدیثوں کے جن کے متعلق ان

پر گرفت کی گئی ہے۔

حدیث کلاب حوأب سے متعلق ان پر گرفت نہیں ہوئی، بہرحال یہ حدیث امام ضیاء المقدسی کے نزدیک صحیح ہے۔

(۶)......امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب الأنواع والتقاسیم یا المسند الصحیح میں روایت کیا ہے، اور اس میں وہی روایات بیان کیں جو اُن کے نزدیک صحیح ہیں، تو یہ حدیث عائشہ بھی اُن کے نزدیک صحیح ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کتاب کے مقدمہ میں تفصیل سے ذکر کیا اس میں یہ بھی ہے کہ فرمایا: فتدبرتُ الصحاح لاسهل حفظها على المتعلمين. (الإحسان :۷۰، طبع دارالمعرفه بيروت) میں نے صحیح احادیث کو جمع کرنے پر غور کیا تاکہ طلباء پر ان کو یاد کرنا آسان کردوں۔

اوپر امام سیوطی کا حوالہ ذکر ہوا کہ صحیح ابن حبان کی احادیث صحیح ہیں، صحیح ابن حبان کی تبویب الاحسان پر تحقیق کرنے والے علامہ شیخ خلیل بن مامون شیحا' امام ابن رشید الفہری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فما حكم بصحته مما لم يحكم به غيره إن لم يكن من قبيل الصحيح يكن من قبيل الحسن وكلاهما يحتج به ويعمل عليه، إلا أن يظهر فيه ما يوجب ضعفه. [مقدمه المحقق، الإحسان :۲۹] جس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح کہا جس پر کسی اور نے صحیح ہونے کا حکم نہ لگایا ہو ایسی حدیث اگر صحیح کے قبیل سے نہ ہو تو حسن کے قبیل سے (ضرور) ہوگی اور حسن و صحیح دونوں سے حجت لی جاتی ہے، اور عمل کیا جاتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اس میں ضعیف ہونے کا کوئی سبب ظاہر ہو جائے۔

اور حدیث کلاب حوأب بروایت قیس عن ام المؤمنین کو دوسرے محدثین بھی صحیح کہہ رہے ہیں، بہرحال امام ابن حبان نے تخریج کر کے صحیح قرار دیا ہے۔

(۷)......امام علی بن ابی بکر ہیثمی رحمہ اللہ حدیث قیس سے متعلق فرماتے ہیں:

رواه أحمد و أبويعلى والبزار. ورجال أحمد رجال الصحيح. [مجمع الزوائد: ۷/۴۷۴، رقم: ۱۲۰۲۵] اس حدیث کو امام احمد و ابویعلیٰ و بزارؒ نے روایت کیا اور امام احمدؒ کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

(۸)......امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قوله: ونبح كلاب الحوأب على بعض أزواجه. [الشفاء: ۶۵۹/۱] أحمد والبزار والبيهقى عن عائشة بسند صحيح. [مناهل الصفا فى تخريج أحاديث الشفا: ۱۵۲/۱] اس حدیث کو امام احمدؒ و بزارؒ و بیہقیؒ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۹)......علامہ حمود بن عبداللہ بن حمود بن عبدالرحمٰن تویجری رحمہ اللہ (م ۱۴۱۳ھ) روایت قیس سے متعلق

فرماتے ہیں:

رواه الإمام أحمد وأبويعلى والبزار وابن حبان فى صحيحه، والحاكم فى مستدركه، قال الحافظ ابن حجر وسندهٗ على شرط الصحيح، وقال الهيثمى رجال أحمد رجال الصحيح. [اتحاف الجماعة بماجاء فى الفتن والملاحم واشراط الساعة :۱/۱۷۵] خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو **على شرط الصحيح** اور ہیثمیؒ نے اس کے راوی بخاری کے راوی بتائے۔یعنی علامہ حمودؒ کے نزدیک بھی حدیث قیس صحیح ہے۔

(۱۰)......علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ حدیث قیس سے حجت پکڑتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفى صحيح ابن حبان عن إسماعيل بن أبى خالد عن قيس بن أبى حازم. [الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح:۶/۱۳۲ طبع سعودیۃ] صحیح ابن حبان میں اسماعیل بن ابی خالد سے قیس کی روایت ہے۔معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک حدیث قیس صحیح حدیث ہے۔

(۱۱)......نزدیک دور کے اہل حدیث محقق علامہ ناصر الدین البانی حدیث قیس سے متعلق فرماتے ہیں:

"أخرجهٗ أحمد (۶/۵۲)عن يحيى وهوابن سعيد و (۶/۹۷)عن شعبة وأبوإسحاق الحربى فى غريب الحديث (۵/۱/۷۸)عن عبدة وابن حبان فى صحيحه (۱۸۳۱،موارد) عن وكيع وعلى بن مسهر وابن عدى فى الكامل (ق۲/۲۲۳)عن ابن فضيل، والحاكم (۳/۱۲۰) عن يعلى بن عبيد،كلهم عن إسماعيل بن أبى خالد عن قيس بن أبى حازم: أن عائشة لما أتت على الحوأب، سمعت نباح الكلاب، فقالت: ما أظننى إلاراجعةً، إن رسول اللهﷺ قال لنا: (فذكره) فقال لها الزبير:ترجعين؟ عسى الله عزوجل أن يصلح بك الناس. هذا لفظ شعبة، ومثله لفظ يعلى بن عبيد، ولفظ يحيى، قال: لما قبلت عائشة بلغت مياه بنى عامر ليلاً نبحت الكلابُ، قالت: ایُّ ماء هذا؟ قالوا: ماء الحوأب! قالت: ما أظننى إلاراجعة، فقال بعض من كان معها: بل تقد مين، فيراك المسلمون، فيصلح الله ذات بينهم، قالت: إن رسول اللهﷺ قال لنا ذات يوم: كيف بإحداكنّ تنبح...... قلت: وإسناده صحيح جدًا، رجاله ثقات اثبات من رجال الستة الشيخين والأربعة، رواه السبعة من الثقات عن إسماعيل بن أبى خالد، وهوثقة ثبت كما فى التقريب. وقيس بن أبى حازم مثله، إلا أنه قدذكربعضهم فيه كلامًا يفيد ظاهره أنه مجروح، فقال الذهبى فى الميزان: ثقة حجة كاد أن يكون صحابيًا. وثّقه ابن معين والناس، وقال على ابن عبد الله عن يحيى بن سعيد: منكرالحديث، ثم سمى له أحاديث استنكرها فلم يصنع شيئًا، بل هى ثابتة لاينكرله التفرد فى سعة مارواى، من ذلك حديث كلاب الحوأب......

قلت: أجمعواعلى الاحتجاج به، ومن تكلم فيه فقد آذى نفسه...... قلت: وقدتأول الحافظ فى التهذيب قول يحيى بن سعيد وهوالقطان "منكرالحديث" بأن مراده الفرد

المطلق. قلت: فإن صح هذا التأويل فيه وإلافهومردود؛ لأنه جرح غيرمفسر، لاسيما وهو معارض لاطباق الجميع على توثيقهٖ والاحتجاج به.

وفى مقدمتهم صاحبه إسماعيل بن أبى خالد فقد وصفه بأنه ثبت كما تقدم، ولايضرهٗ وصفه إياه بأنه خرف؛ لأن الظاهر أنه لم يحدث فى هذه الحالة، ولذلك احتجوا به مطلقا. ولئن كان حدث فيها فإسماعيل أعرف الناس به، فلايروى عنه والحالة هذه، وعلى هذا فالحديث من أصح الأحاديث، ولذلك تتابع الائمة على تصحيحه قديمًاو حديثًا.

الأول: ابن حبان، فقد أخرجه فى صحيحه كماسبق، الثانى: الحاكم بإخراجه إياه فى المستدرك كما تقدم، ولم يقع فى المطبوع منه التصريح بالتصحيح منه ولامن الذهبى، فاالظاهر أنه سقط من الطابع أوالناسخ، فقد نقل الحافظ فى الفتح. (۴۵/۱۳)عن الحاكم انه صححه وهواللائق به لوضوح صحتهٖ. الثالث: الذهبى، فقد قال فى ترجمة السيدة عائشة من كتابه العظيم سيرالنبلاء (ص ۶۰ بتعليق الأستاذ الأفغانى) هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجوهٗ. الرابع: الحافظ ابن كثير، فقال فى البداية بعد ان عزاه كالذهبى لأحمد فى المسند: وهذا اسناد على شرط الشيخين ولم يخرجوه. الخامس: الحافظ ابن حجر، فقد قال فى الفتح بعد أن عزاه لأحمد وأبى يعلى والبزار وصححه ابن حبان والحاكم: وسنده على شرط الصحيح.

فهٰؤلاء خمسة من كبار ائمة الحديث صرحوا بصحة هذا الحديث، وذلك ما يدل عليه النقد العلمى الحديثى كما سبق تحقيقه، ولا أعلم أحدًا خالفهم ممن يعتد بعلمهم ومعرفتهم فى هذا الميدان سوى يحيى بن سعيد القطان فى كلمته المتقدمة، وقدعرفت جواب الحافظين الذهبى والعسقلانى عليه فلا نعيده، إلا أن العلامة القاضى أبابكر بن العربى رحمه الله تعالى جاء فى كتابه "العواصم من القواصم" كلام قد يدل ظاهره أنه يذهب إلى إنكار هذا الحديث، ويبالغ فى ذلك أشد المبالغة، فقال: ...... قلت: ونحن وإن كنا نوافقه على إنكارثبوت تلك الشهادة، فإنها مما صان الله تبارك وتعالىٰ أصحابهٗﷺ منها لاسيما من كان منهم من العشرة المبشرين بالجنة كطلحة والزبير فإننا ننكر عليه قوله ولا قال النبىﷺ ذلك الحديث؟ كيف وهوقدثبت عنهﷺ بالسند الصحيح فى عدة مصاد رمن كتب السنة المعروفة عند أهل العلم.

ولعل عذره فى ذلك أنه حين قال ذلك لم يكن مستحضرًا للحديث أنه وارد فى شيء من المصادر بل لعلهٗ لم يكن اطلع عليها أصلاً، فقد ثبت عن غير واحد من العلماء المغاربة أنه لم يكن عندهم علم ببعض الأصول الهامة من تاليف المشارقة، فهذا ابن حزم مثلاً لايعرف الترمذى وابن ماجة ولا كتابيهما، وقدتبين لى أن الحافظ عبدالحق الأشبيلى مثله فى ذلك، فإنه لاعلم عنده أيضًا بسنن ابن ماجة ولابمسند الإمام أحمد....... فليس من البعيد أن أبابكر بن العربى فى ذلك وإن كان رحل إلى الشرق ـ والله أعلم ـ ولكن إذاكان ماذكرته من العذر محتملاً بالنسبة إلى أبى بكر بن العربى، فما هو عذر الكاتب الإسلامى الكبير

الأستاذ محب الدين الخطيب الذى علق على كلمة ابن العربى فى العاصمة....... (قال) وكانه عفى الله عنا وعنه لم يتعب نفسه فى البحث عن الحديث فى دواوين السنة المعتبرة بل وفى بعض كتب التاريخ المعتمدة مثل البداية لابن كثير، لوأنه فعل هذا على الأقل لعرف موضع الحديث فى تلك الدواوين المعتبرة أوبعضهاعلى الأقل.

[سلسلة الأحاديث الصحيحة. ۸۴۶/۱تا۸۵۲طبع مكتبة المعارف الرياض]

اِس عبارت میں علامہ البانی نے اتنی تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ ''مجتہد زماں'' قاضی طاہر علی الہاشمی صاحب کے بیشتر وساوس کا جواب ہوگیا ہے، مگر ہم یہاں اختصار سے مطلبی ترجمہ کردیتے ہیں۔ تفصیل آگے آئے گی۔ان شاءاللہ۔ البانی صاحب فرماتے ہیں:

''حدیث قیس بن ابی حازم کی سند بہت ہی صحیح ہے، راوی ثقہ اور مضبوط ہیں، صحاح ستہ کے راوی ہیں، سات راویوں نے اسماعیل سے روایت کی اور اسماعیل ثقہ، مضبوط ہے، اور قیس بھی اسی جیسا ہے۔ ہاں بعض نے اس میں اس کو مجروح ظاہر کرنے والا کلام ذکر کیا ہے، میزان الاعتدال میں ذہبیؒ نے فرمایا: قیس ثقہ، حجت ہے، صحابی بن جانے کے قریب تھا۔ ابن معین اور دوسرے محدثین نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ البتہ یحییٰ بن سعید نے ''منکر الحدیث'' کہہ کر اس کی کئی روایتیں ذکر کیں جن کو منکر بتایا، لیکن انہوں نے یہ بیکار کام کیا، وہ منکر نہیں بلکہ ثابت روایات ہیں، روایات کی وسعت ہونے کی وجہ سے اُس کا تفرد قابل نکیر نہیں ہوسکتا، اور اسماعیل مضبوط تھا، بڑی عمر کا ہو کر سو سال کو پہنچا اور سٹھیا گیا۔

میں کہتا ہوں اس سے حجت لینے پر اجماع ہے، اس پر کلام کرنے والے نے اپنی تکلیف کا سامان کیا، حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب میں یحییٰ کا قول ذکر کر کے اس کی یہ تاویل کی کہ ''منکر الحدیث'' سے مراد مطلق اکیلا ہونا ہے۔ اگر یہ تاویل صحیح ہو تو ٹھیک ورنہ (منکر الحدیث ہونے کی) جرح مردود ہے، کیوں کہ غیر مفسر ہے، بالخصوص جب سب محدثین کا اس کے ثقہ ہونے اور اس سے حجت لینے پر اجماع اس کے مقابلہ میں موجود ہے۔

اور اسماعیل بن ابی خالد کو مضبوط بیان کیا گیا تو یہ حال کہ وہ سٹھیا گیا کچھ مضر نہیں، کیوں کہ ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے اس حالت میں حدیث بیان ہی نہیں کی، اِسی لیے محدثین نے اس سے ہمیشہ حجت لی ہے، اور اگر ایسا حال ہو بھی گیا تو اسماعیل لوگوں کو خوب جانتا ہے، وہ ایسی حالت میں ہرگز اس سے روایت بیان نہیں کرسکتا، لہٰذا حدیث ''اصح احادیث'' میں سے ہے، اِس لیے تو نئے پرانے سب ائمہ نے مسلسل اس کو صحیح کہا۔

(۱) امام ابن حبانؒ نے (۲) حاکمؒ نے، اگرچہ مستدرک میں تصحیح صراحۃً ذکر نہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ طابع یا نقل کرنے والے سے تصحیح ساقط ہوگئی، کیوں کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں حاکمؒ سے تصحیح نقل کی

ہے، حدیث بھی تصحیح کے قابل ہے کیوں کہ صحت واضح ہے۔ (۳) ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں فرمایا: یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے روایت نہیں کی۔ (۴) ابن کثیرؒ نے بدایہ میں بحوالہ مسند احمد ذکر کر کے کہا: اس کی سند بخاری مسلم کی شرط کے مطابق ہے، لیکن انہوں نے روایت نہیں کی۔ (۵) ابن حجرؒ نے مسند احمد وابو یعلی و بزار کا حوالہ دے کر کہا: ابن حبانؒ وحاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور اس کی سند صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔

اِن پانچ بڑے ائمہ حدیث نے حدیث صحیح ہونا واضح بیان کیا ہے، یہ حدیث کی علمی تحقیق ہونے کو ظاہر کرتا ہے، اور ان حضرات کی اِس میدان کے کسی معتبر صاحب علم ومعرفت نے مخالفت نہیں کی، صرف یحییٰ بن سعید ہیں، اُن کی بات پر علامہ ذہبی اور عسقلانی کا تبصرہ بیان ہو گیا، البتہ قاضی ابوبکر ابن عربی نے ''العواصم'' میں اِس حدیث کا انکار کیا اور سخت مبالغہ کیا...... میں کہتا ہوں: (پچاس آدمیوں کی) گواہی کے ثبوت کے انکار میں ہم اُن کے موافق ہیں کیوں کہ اللہ تعالی نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے بچایا ہے، لیکن یہ کہ یہ نبی ﷺ کی حدیث نہیں ہم نہیں مانتے، کیسے مانیں جب کہ یہ علماء کے نزدیک حضور ﷺ سے صحیح سند سے متعدد کتب حدیث میں ثابت ہے۔

ممکن ہے اُن کا یہ عذر ہو کہ یہ کہتے وقت اُن کے سامنے کتابوں میں حدیث نہ آئی ہو، بلکہ شاید اِس پر بالکل اطلاع نہ پائی ہو، کیوں کہ بہت سے اہل علم سے ثابت ہے کہ اُن کے پاس بعض اہم مصادر کتب نہ تھیں، مثلاً: ابن حزم ترمذی، ابن ماجہ کو اور حافظ عبدالحق اشبیلی بھی ابن ماجہ اور مسند امام احمد کو نہ جانتے تھے۔ تو بعید نہیں کہ ابن عربی کا بھی یہی حال ہو، میرا بیان کردہ یہ عذر تو قابل برداشت ہے۔ لیکن محبّ الدین خطیب کی بحث کا کیا ہوگا جنہوں نے ابن عربی کی اس کتاب پر تعلیق لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں اللہ ہمیں اور ابن عربی کو معاف فرمائے انہوں نے حدیث کی معتبر کتابوں میں بلکہ بعض معتبر تاریخی کتابوں البدایہ (وغیرہ) میں جان نہیں کھپائی، اگر تھوڑی سی محنت کر لیتے تو بعض کتب حدیث میں تو حدیث معلوم کر لیتے۔''

اور یہی صورت حال حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو پیش آئی ہوگی، اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ: من یعلم حجة علی من لا یعلم. جاننے والا حجت ہے نہ جاننے والے پر۔ اِس لئے قاضی صاحب اِن حضرات کو معذور سمجھیں، اور معذوروں کے پیچھے چلنے والے کے لئے چلنے میں کوئی عذر نہیں۔

(۱۲)......علامہ البانی کے شاگرد خاص علامہ عصام موسیٰ ہادی صاحب نے حدیث قیس بن ابی حازم کو اپنی کتاب صحیح اشراط الساعة [ص:۱۸] میں ذکر کیا ہے، معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حضرت قیس کی حدیث کا مضمون صحیح ہے۔ (جاری ہے۔۔۔) ☆☆☆☆

بہ سلسلہ زبیر علی زئی کا تعاقب

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

مسئلہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت

......قسط:۹......

زبیر علی زئی:

حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ[۳۲۹] اللہ نے وحدت الوجود کی تاویل[۳۳۰] میں جو گول مول با[۳۳۱]تیں لکھی ہیں ان سے استدلال کئی وجہ سے غلط ہے۔مثلاً:

اول: ان کا کلام جمہور اہلِ حد[۳۳۲]یث کے خلاف ہے۔

دوم: خود حافظ روپڑی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''اب رہی ''توحید الٰہی''سواس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہے۔بعض تو اس کا مطلب ''ہمہ اوست''سمجھتے ہیں یعنی ہر شی عین خدا ہے[۳۳۳]۔''

پھر اس کے بعد لکھا ہے:

''صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ سوا خدا کے کوئی شے حقیقۃً موجود نہیں اور جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ محض توہمات ہیں جیسے ''سوفسطائیہ''فرقہ[۳۳۴] کہتا ہے کہ آگ کی گرمی اور پانی کی برودت وہمی اور خیالی چیز ہے تو یہ سراسر گمراہی ہے۔''الخ (فتاویٰ اہلحدیث:۱/۱۵۴)

ثابت ہوا کہ خود حافظ صاحب مرو[۳۳۵]جہ وحدت الوجود کو گمراہی اور بہکنا[۳۳۶] سمجھتے تھے۔

سوم: جب حافظ روپڑی صاحب نے ابنِ عربی وغیرہ کے بارے میں غلط تاویل[۳۳۷] سے کام لیا تو مولانا ابوالسلام محمد صدیق سرگودھوی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں اُن کا رد فرمایا:

''یہ محدث روپڑیؒ کی اپنی رائے[۳۳۸] ہے ورنہ بعض علماء[۳۳۹] نے اعتقاد کی بناء پر ابن عربی کو کافر[۳۴۰] کہا ہے۔(م)''(فتاویٰ اہلحدیث: حاشیہ ص:۱۵۵ج۱)

ذاتی رائے[۳۴۱] کو تمام اہلِ حدیث کے خلاف کیوں پیش کیا[۳۴۲] جا سکتا ہے؟!

الجواب:

۳۲۹ عبداللہ روپڑی صاحب کی شخصیت پر اُن کی زندگی میں غیر مقلد علماء نے جھوٹا، بدعقیدہ، ملحد،

مشرک، دوزخی، کافر، زندیق، قرآن وحدیث سے ناواقف، مرتد، خارج از اسلام، اس پر جنت حرام ہے، اکفر، قرآن وحدیث وتوحیدِ باری تعالیٰ سے سراسر کورا اور ناواقف ہے، نہ اس کا جنازہ کیا جائے اور نہ ہی مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جاوے کے فتوے دیئے ہیں۔

[مظالمِ روپڑی: ۴۷ تا ۵۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول]

روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

''خاوند بیوی کا تعلق اور ان کا اتفاق ومحبت سے رہنا اس کو شریعت نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کے لیے اللہ پر جھوٹ بولنا جائز ہے۔'' [مظالمِ روپڑی: ۵۳]

روپڑی صاحب نے معارفِ قرآنی لکھے۔ ان معارف پر ثناء اللہ امرتسری صاحب غیر مقلد نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

''کیا یہ معارفِ قرآن ہیں یا کوک شاستر؟'' [مظالمِ روپڑی: ۵۵]

روپڑی صاحب کا کچھ تعارف غیر مقلدین کی زبانی مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب رحمہ اللہ نے تجلیاتِ صفدر [۶۲۴/۳، ۶۲۵] میں کرادیا ہے۔

روپڑی صاحب کے اتنے تعارف کے بعد ان کے عقیدہ وحدۃ الوجود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۳۳۰ علی زئی صاحب کہہ رہے ہیں کہ روپڑی صاحب نے عقیدہ جیسے مسئلہ وحدۃ الوجود میں تاویل سے کام لیا ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ ان کا مذہب تاویلوں سے پاک ہے۔ غیر مقلدین دوسروں کو طعنہ دیتے ہیں کہ وہ تاویل سے کام چلاتے ہیں مگر اب تو اپنے ''حافظ، محدث'' کو تاویل کا شکار مان لیا ہے۔ مگر انہیں ''اہلِ تاویل'' کا لقب نہیں دیا۔

۳۳۱ اسی طرح غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے واضح تعلیمات پیش کرتے ہیں مگر یہاں علی زئی صاحب مان گئے ہیں کہ ان کے ''حافظ، محدث'' نے گول مول باتوں سے فتویٰ دینے کی جسارت کی ہے۔

۳۳۲ علی زئی صاحب کی عبارت ''ان کا کلام جمہور اہلِ حدیث کے خلاف ہے۔'' سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

اول: جمہور اہل حدیث وحدۃ الوجود کے قائل نہیں۔ اس سے خود بخود ثابت ہوجاتا ہے کہ بعض غیر مقلدین وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ ان بعض کی تعیین کردی جائے اور ان پر فتویٰ لگانے کی جسارت بھی۔

دوم: اگر روپڑی صاحب کا عقیدہ وحدۃ الوجود جمہور غیر مقلدین کے خلاف ہو تو کیا ان پر فتویٰ

نہیں لگ سکتا؟ علی زئی صاحب وحدۃ الوجود کو کفریہ عقیدہ کہتے ہیں تو وہ اپنے زعم کے مطابق کہہ دیتے کہ روپڑی صاحب جمہور غیر مقلدین کے خلاف کفریہ عقیدہ رکھتے تھے۔

۳۳ اگر روپڑی صاحب ''ہمہ اوست'' کے قائل نہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ وحدۃ الوجود کی کسی تعبیر کو نہیں مانتے۔

روپڑی صاحب کا وحدۃ الوجود کا عقیدہ ان کی زبانی ملاحظہ فرمائیں!

روپڑی صاحب ''توحید الٰہی'' کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید میں ہے کل شیء هالك الا وجهه. یعنی ہر شے ہلاکت والی ہے مگر خدا کی ذات۔ اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ ہر شے ہلاک ہو جائے گی، بلکہ هالك کہا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اِس وقت بھی ہلاکت والی ہے یعنی نیست اور فانی ہے، اس کی مثال اس طرح ہے جیسے رسی جلا دی جائے تو اس کے بٹ بدستور نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ رسی قائم ہے حالانکہ حقیقت میں رسی فنا ہو چکی ہوتی ہے، اس حالت کے مشاہدہ کے لیے قیامت کا حوالہ دینا محجوبوں کے لیے ہے، ورنہ اربابِ بصیرت اور اصحابِ مشاہدہ جو زمان ومکان کے تنگ کوچہ سے گزر کر خلاصی پا گئے یہ وعدہ ان کے حق میں قیامت تک اُدھار نہیں بلکہ نقد ہے یعنی محجوبوں کے لیے جو مشاہدہ قیامت کو ہوگا اربابِ بصیرت کے لیے اِس وقت ہو رہا ہے...اور توحیدِ الٰہی وحدۃ الوجود ہے۔ یہ اصطلاحات زیادہ تر متاخرین صوفیا (ابن عربی وغیرہ) کی کتب میں پائی جاتی ہیں متقدمین کی کتب میں نہیں، ہاں مراد ان کی صحیح ہے۔'' [فتاویٰ اہل حدیث: ۱/۱۵۲]

روپڑی صاحب نے ابن عربی کے عقیدہ ''وحدۃ الوجود'' کو نہ صرف صحیح قرار دیا بلکہ اسے ''توحیدِ الٰہی'' باور کرایا ہے۔

روپڑی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''عاشق جس پر معشوق کا تخیل اتنا غالب ہوتا ہے کہ تمام اشیاء اس کی نظر میں کالعدم ہوتی ہیں اگر دوسری شیء کا نقشہ اس کے سامنے آتا ہے تو محبوب کا خیال اس کے دیکھنے سے حجاب ہو جاتا ہے، گویا ہر جگہ اس کو محبوب ہی محبوب نظر آتا ہے، خاص کر خدا کی ذات سے کسی کو عشق ہو جائے تو چونکہ تمام اشیاء اور آثار اس کی صفات کا مظہر ہیں، اس لیے خدائی عاشق پر اس حالت کا زیادہ اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کو ہر شیء سے خدا نظر آتا ہے وہ شے نظر نہیں آتی، جیسے شیشہ دیکھنے کے وقت چہرے پر نظر پڑتی ہے نہ کہ شیشہ پر۔''

[فتاویٰ اہل حدیث: ۱/۱۵۳]

اس عبارت میں ''ہر شیء سے خدا نظر آتا ہے'' جملہ پر نظر رَہے۔ اور اوپر گزر چکا ہے کہ روپڑی

صاحب نے توحیدِ الٰہی کو وحدۃ الوجود قرار دے کر اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ ہم ان شاء اللہ آئندہ غیر مقلدین کے رسالہ ''ڈاکٹر اسرار صاحب کا نظریۂ توحید الوجودی اور اس کا شرعی حکم'' سے ان کے مفتیوں کی عبارت پیش کریں گے کہ وحدۃ الوجود کی جو بھی تعبیر اختیار کی جائے خواہ وہ کتنے اچھے الفاظ میں ہو، وحدۃ الوجود اپنی ہر تعبیر کے ساتھ کفر و زندقہ ہے۔ لہٰذا روپڑی وغیرہ آلِ غیر مقلدیت نے وحدۃ الوجود کی جو بھی تعبیر اختیار کی ہو غیر مقلدین کی تصریح کے مطابق کفر و زندقہ ہے۔ اس لیے روپڑی وغیرہ آلِ غیر مقلدیت کے دفاع میں یہ کہنا باطل ہے کہ وہ وحدۃ الوجود کی جس تعبیر کو اختیار کیے ہوئے ہیں وہ کفر یہ نہیں۔

۳۳۴ روپڑی صاحب تو سوفسطائیہ کی تردید کر رہے ہیں، علی زئی اس سوفسطائیت کو وحدۃ الوجود قرار دے کر روپڑی صاحب کو وحدۃ الوجود کا مخالف گردان رہے ہیں۔ حالانکہ سوفسطائیت اور چیز ہے اور وحدۃ الوجود چیزے دیگر است۔ اس لیے دونوں کو ایک قرار دینا درست نہیں، بالخصوص جب کہ روپڑی صاحب کی وحدۃ الوجود کو صحیح قرار دینے کی عبارت موجود ہے۔

علی زئی صاحب کے نزدیک سوفسطائیت کی تردید کرنا وحدۃ الوجود کی مخالفت ہے، اس لیے جس کسی نے سوفسطائیت کی تردید کر رکھی ہو یا ذہناً سوفسطائیت کے خلاف ہو، اسے وحدۃ الوجودی کہنے کی بجائے اس کا مخالف کہیں۔ پھر دیکھتے ہیں کہ علی زئی صاحب کی فہرست میں کتنے وحدۃ الوجودی باقی بچتے ہیں۔

۳۳۵ مروّجہ کی قید کس لیے لگا رہے ہیں؟ کیا وہ غیر مروجہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے؟ علی زئی صاحب! روپڑی صاحب وحدۃ الوجود کے قائل تھے جیسا کہ اوپر فتاویٰ اہل حدیث کی عبارت گزر چکی ہے۔ اور آپ کا یہ اعتراف کہ ''ان کا کلام جمہور اہلِ حدیث کے خلاف ہے۔'' بھی دلیل ہے کہ روپڑی صاحب وحدۃ الوجودی ہیں۔ اسے مروجہ وحدۃ الوجود کا قائل کہیں یا غیر مروجہ کا۔ متعدد غیر مقلد مفتیوں کے نزدیک وحدۃ الوجود اپنی ہر تعبیر کے ساتھ کفر و زندقہ ہے، جیسا کہ آگے غیر مقلدین کے رسالہ ''ڈاکٹر اسرار صاحب کا نظریۂ توحید الوجودی اور اس کا شرعی حکم'' کے حوالے سے یہ بات مذکور ہوگی۔ اِن شاء اللہ

۳۳۶ روپڑی صاحب نے تو سوفسطائیت کی تردید کی ہے نہ کہ وحدۃ الوجود کی۔ وحدۃ الوجود کی نہ صرف یہ کہ تردید نہیں کی بلکہ اسے تو صحیح کہہ کر توحیدِ الٰہی کا نام دیا ہے جیسا کہ اوپر حاشیہ ۳۳۳ میں ہم نے ان کی عبارت نقل کر دی ہے۔ کاش غیر مقلدین میں کوئی ایسا شخص ہوتا جو علی زئی صاحب کو یہ آسان چیز سمجھا دیتا کہ وحدۃ الوجود اور چیز ہے اور سوفسطائیت دوسری شیء ہے۔ اگر سوفسطائیت کی تردید سے وحدۃ الوجود کی مخالفت ثابت ہو جاتی ہے تو آپ نے روپڑی صاحب کے عقیدہ وحدۃ الوجود کا دفاع کرتے ہوئے ''ان کا کلام جمہور اہلِ حدیث کے خلاف ہے۔'' کیوں کہا ہے؟ دیکھئے حاشیہ ۳۳۲ کا متن۔

۳۳۷ غیر مقلدین دعوی دار ہیں کہ اہل حدیث کا مسلک اتنا صاف ہے کہ اس میں تاویلوں سے کام نہیں لینا پڑتا، مگر علی زئی صاحب کا انکشاف بتا رہا ہے کہ ان کی جماعت کے ''محدث العصر'' روپڑی صاحب نے تاویل سے کام لیا اور وہ بھی کسی فروعی مسئلہ میں نہیں بلکہ اس عقیدہ کے اثبات میں جسے کوئی غیر مقلد توحید قرار دیتا ہے اور کوئی کفر۔ اور تاویل بھی بقول علی زئی غلط ہے۔

۳۳۸ اول: سرگودھوی صاحب کے قول ''یہ محدث روپڑیؒ کی اپنی رائے ہے'' سے روپڑی صاحب وحدۃ الوجود عقیدہ سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے۔ روپڑی صاحب نے ابن عربی کا دفاع کیا ہے اور ان کے عقیدہ وحدۃ الوجود کو صحیح کہا ہے۔ لہٰذا ذاتی رائے کہہ کر ان کو اس عقیدہ سے بری نہیں قرار دیا جاسکتا۔

دوم: جب آپ کے نزدیک وحدۃ الوجود کا عقیدہ کفریہ ہے تو کوئی اسے جماعتی طور پہ اپنائے یا انفرادی طور پر، آپ لوگوں کو اسے کفریہ کہنا پڑے گا۔

سوم: غیر مقلدین دوسروں کو ''اہل الرائے'' کہہ کر مطعون کرتے ہیں مگر یہاں اپنے محدث العصر روپڑی صاحب کو ''اہل الرائے'' مان لیا ہے کہ انہوں وحدۃ الوجود اور ابن عربی کے بارے میں رائے سے کام لیا ہے، لہٰذا رائے کی مذمت پر غیر مقلدین اپنے مزعومہ تمام دلائل: مثلاً یہ کہ اہل رائے سنت نبوی کے دشمن ہیں وغیرہ روپڑی صاحب پر چسپاں کردیں۔

روپڑی صاحب کے فتاوی کے مجموعہ کا نام ''فتاویٰ اہل حدیث'' ہے۔ کیا ہم یوں سوال کرسکتے ہیں کہ: اوپر لیبل اہل حدیث اور اندر غلط رائے کی پیروی، گول مول باتیں اور تاویل پہ گزارہ؟

علی زئی صاحب کہتے ہیں صحیح بات کی پیروی اتباع ہے اور غلط بات کی پیروی تقلید۔

[دین میں تقلید کا مسئلہ]

اس لیے یہاں ہمیں بتایا جائے کہ غلط تاویل والے روپڑی فتوے کی پیروی کرنے والے نام کے اہل حدیث روپڑی صاحب کے متبع ہیں یا مقلد؟

۳۳۹ لفظِ بعض سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر علماء نے ابنِ عربی کو کافر نہیں کہا بلکہ ایک کثیر تعداد ان علماء کی ہے جو ابنِ عربی کو ولی اللہ کہتے ہیں۔ انہیں اللہ کا ولی ماننے والوں میں آلِ غیر مقلدیت بھی ہیں، بلکہ میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد نے تو ابنِ عربی کو خاتم الولایۃ المحمدیہ تسلیم کیا ہے۔

[الحیات بعد الممات: ۲۲۴، تراجم علمائے حدیث ہند: ۱۴۶]

۳۴۰ اول:......اگر ابن عربی کو بعض علماء نے کافر کہا تو کیا غیر مقلدین کو کافر نہیں کہا گیا؟ بلکہ خود غیر مقلد علماء نے اپنے مولویوں: ثناء اللہ امرتسری، عبداللہ روپڑی اور غرباء اہل حدیث کے قائدین وغیرہ کو

کافر و مشرک قرار دیا ہے، ثبوت کے لیے رسائل اہلحدیث وغیرہ کتابیں دیکھیں۔ اہلِ دانش بتائیں کیا یہ انصاف کی بات ہوگی کہ ابن عربی کے خلاف تو مخالفین کا فتویٰ کفر معتبر ہو اور غیر مقلدین کے خلاف ان کے اپنے مولویوں کے فتاویٰ تکفیر معتبر نہ ہوں؟

دوم:......وحیدالزمان وغیرہ آلِ غیر مقلدیت نے ابن عربی کا دفاع کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے کہ جن لوگوں نے ابن عربی کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے انہوں نے ان کے کلام کو سمجھا ہی نہیں۔

[ہدیۃ المہدی ۱/۵۵]

سوم:......غیر مقلدین نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ ابن عربی کی کتابوں میں بعد میں مخالفین نے تحریف کر دی تھی جن عبارات کو قابلِ اشکال سمجھا گیا وہ عبارتیں الحاقی ہیں۔

[فتاویٰ نذیریہ: ۱/۱۵۰، فتاویٰ علمائے حدیث: ۹/۲۰۱، لغات الحدیث: ۱/۶۷، مادہ جفرہ]

چہارم:......اگر کسی نے ابن عربی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے تو مقابلہ میں ابن عربی کے نظریات کے محافظ میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد بھی میدان میں آئے ہیں جنہوں نے دو ہفتہ تک محفلِ مناظرہ جمائے رکھی بالآخر ان کی بزرگی کو منوا کے چھوڑا۔[تراجم علمائے حدیث ہند: ۱۴۶]

علی زئی صاحب کو ابن عربی کے مخالفین تو نظر آجاتے ہیں مگر انہیں ولی اللہ بلکہ خاتم الولایۃ المحمدیہ تسلیم کرنے والے اور ان کے دفاع میں دو ہفتہ تک مناظرہ کرنے والے میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد نگاہوں سے کیوں سے چھپ جاتے ہیں؟

خود عبداللہ روپڑی صاحب بھی ابن عربی کا دفاع کرتے ہیں۔

روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

''ابنِ عربیؒ، رومیؒ اور جامیؒ کے کلمات اس توحید (وحدۃ الوجود) میں مشتبہ ہیں، اس لیے بعض لوگ ان کے حق میں اچھا اعتقاد رکھتے ہیں، بعض بُرا۔ ابنِ تیمیہ وغیرہ ابنِ عربی سے بہت بدظن ہیں، اسی طرح رومیؒ اور جامیؒ کو کئی علماء بُرا کہتے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ جب ان کا کلام محتمل ہے جیسے جامی کا کلام اوپر نقل ہو چکا ہے اور وہ درحقیقت ابنِ عربیؒ کا ہے، کیونکہ ابن عربی کی کتاب ''عوارف المعارف'' سے ماخوذ ہے تو پھر ان کے حق میں سوءِ ظنی ٹھیک نہیں، اسی طرح رومی کو خیال کر لینا چاہیے۔ غرض حتی الوسع فتویٰ میں احتیاط چاہیے، جب تک پوری تسلی نہ ہو فتویٰ نہ لگانا چاہیے خاص (کر) جب وہ گزر چکے ہیں اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہو چکا تو اب کرید کی کیا ضرورت؟ بلکہ صرف اس آیت پر اکتفا کرنی چاہیے تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون.'' [فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/۱۵۵]

ڈاکٹر اسرار صاحب نے ابنِ عربی کے عقیدہ وحدۃ الوجود کو صحیح کہا اور اس کا دفاع کیا تو علی زئی صاحب نے اس پر یوں تبصرہ لکھ دیا:

''معلوم ہوا کہ جس طرح ابنِ عربی وحدت الوجود کا قائل تھا، ڈاکٹر اسرار احمد کا بھی بعینہ وہی عقیدہ ہے۔'' [الحدیث شمارہ:۷۴]

روپڑی صاحب نے بھی ابن عربی کے عقیدہ وحدۃ الوجود کو صحیح کہا اور ان کا دفاع کیا تو یہاں علی زئی صاحب نے یوں نہیں کہا کہ روپڑی صاحب ابنِ عربی کی طرح وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔

۳۴۱

ذاتی رائے ہو یا عطائی، اپنی ہو یا کسی سے چُرائی ہوئی، کچھ بھی ہو یہ بات مبنی بر حقیقت ہے کہ روپڑی صاحب ابن عربی کے عقیدہ وحدۃ الوجود کو صحیح مان کر اسے توحیدِ الٰہی کا نام دیتے ہیں۔ علی زئی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اپنا اُصول استعمال کرتے ہوئے کہہ دیتے روپڑی صاحب اور ابنِ عربی کا حکم ایک ہی ہے کہ وہ دونوں وحدۃ الوجودی ہیں۔

۳۴۲

ذاتی رائے کو غیر مقلدین کے خلاف کیوں پیش نہیں کیا جاسکتا؟ کیا ذاتی رائے سے غیر مقلدین جو چاہیں کرتے رہیں ان پر کوئی فتویٰ نہیں لگاؤ گے؟ جب آپ لوگوں کے نزدیک وحدۃ الوجود کفریہ عقیدہ ہے تو اسے کوئی ذاتی رائے سے اپنائے، کسی کی اتباع سے اختیار کرے یا اس پر اپنے زعم میں قرآن وحدیث سے دلائل دے آپ پر لازم ہے کہ آپ اس پر کفر کا فتوی لگائیں۔ یا پھر کوئی دلیل شرعی ذکر کریں کہ کفریہ نظریہ کوئی ذاتی رائے سے قبول کرے تو اس کی گنجائش ہے۔ (جاری ہے۔۔۔۔)

وفیات

......جناب خالد صاحب کی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ [اچھڑیاں، مانسہرہ]

......محترم جناب حافظ عبد الوحید حنفی صاحب کے برادرِ صغیر عبد الحئی صاحب رحمہ اللہ [چکوال]

......مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب کے والد گرامی رحمہ اللہ [ملتان]

......حضرت مولانا عبید اللہ رحمہ اللہ [لیٹی، ضلع چکوال]

......حضرت مولانا عبد الجبار سلفی صاحب کے سسر محترم رحمہ اللہ [ایبٹ آباد]

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

فتنہ غامدی نمبر......علماء ومشائخ کی نظر میں

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب مدظلہم کی رائے گرامی

بخدمت عزیزان گرامی قدر مولانا احسن وحمزہ سلمہما اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض آنکہ مجلّہ ''صفدر'' بحمدہ تعالیٰ باقاعدگی سے وصول ہو رہا ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے طبیعت مسرور ہوتی ہے۔ بالخصوص فرق باطلہ کے خلاف سنجیدہ بیان بہت مفید ہوتے ہیں۔ اور ''فتنہ غامدی نمبر'' نے تو بہت سے چھپے راز فاش کر دیئے۔ بالخصوص مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کا مضمون تو بہت ہی چشم کشا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور حضرات شیـــخیـــن (حضرت قاضی صاحبؒ وحضرت مولانا صفدرؒ) کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کو ہر محاذ پر کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین

اللہ کرے اس کی جلد ثانی بھی جلد طبع ہو جائے۔ ع این دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام......الاحقر شیر محمد علوی

سابق مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور......مدیر: دار الافتاء جمیلی، کرم آباد، وحدت روڈ، لاہور

استاذ العلماء حضرت مولانا نور اشرف صاحب مدظلہم کی رائے گرامی

محترم جناب حمزہ احسانی صاحب سلمکم ربکم و بارك الله فی سعیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ مجلّہ ''صفدر'' کا ''فتنہ غامدی نمبر'' ملا۔ جزاکم الله أحسن الجزاء. احقر نے بعض علماء کے مضامین کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ اصحاب مضامین میں سے ہر ایک نے اپنے مضمون کو قرآن وسنت، اجماع امت اور اسلاف کے اقوال سے خوب مدلل اور مبرہن کر کے حق ادا کرتے ہوئے غامدی ٹولہ پر اتمام حجت کر دی ہے۔

اب غامدی گروہ کے لیے دو ہی راستے ہیں: ایک یہ کہ دِل میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیشگی کا خوف رکھتے ہوئے اپنی غلطیوں سے رجوع کر لیں۔ اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو رجوع الی الحق کی توفیق

دے۔ اور ہمارے بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وضوحِ حق کے بعد ان کو اپنی غلطیوں سے رجوع میں کوئی تأمل نہیں ہوا۔ جیسا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور دیگر بزرگوں کے واقعات اِس پر شاہد ہیں۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ اپنی آخرت سے بے نیاز ہو کر اپنے غلط موقف پر ڈٹے رہیں۔ اور شیطانی تسویلات کے ذریعہ اپنے حلقے کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں۔ مگر یہ دوسرا راستہ ان کے لیے مزید گمراہی کا سبب بنے گا۔

جیسا کہ حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: دو چیزیں انسان کو غلط تحریک پر آمادہ کرتی ہیں: ایک نفسانی تعلّی اور دوسری خشیۃ اللہ کا فقدان۔ یہ لوگ بھی اِن دو چیزوں کی وجہ سے اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے اہل سنت کے اجماعی مسائل وعقائد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور ائمہ مجتہدین، علمائے ربانی، اولیاء اللہ کے گریبانوں میں ہاتھ ڈال کر معاشرے میں اپنا نام بنانے یا بدنام شہرت حاصل کرنے کے درپے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس گروہ کو ہدایت دے اور اِس جیسے تمام فتنوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم.

والسلام......احقر نور اشرف غفرلہ......خادم التدریس: جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، جہلم

۳؍شعبان ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۳؍مئی ۲۰۱۵ء

مجاہد اسلام حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب مدظلہم کی رائے

مجلّہ صفدر کے قابل احترام مسئولین　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کافی عرصہ سے آپ حضرات کا خط آیا تھا۔ مصروفیات اپنی جگہ، لیکن درحقیقت یہ خط میری نظروں سے اِدھر اُدھر ہو گیا تھا۔ آج اوراق کے ڈھیر میں یہ خط ہاتھ لگا۔ اور آج ہی جواب لکھ دیا۔ اور مختصر سی تحریر بھی سپردِ قلم کی۔ تاخیر کی معذرت چاہتا ہوں۔

عرض حال یہ کہ میں نے کچھ عرصہ سے اہل باطل کی تفاسیر کی قابل گرفت مواضع کی نشاندہی کے لیے ایک تحریر تیار کی ہے۔ جس کا نام میں نے ''اہل حق اور اہل باطل کی تفاسیر'' یا ''معتمد اور غیر معتمد تفاسیر'' تجویز کیا ہے۔ ان شاء اللہ کتاب جلد شائع ہو جائے گی۔ لیکن اس میں حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی کی تفسیروں کا جو حصہ قابل گرفت ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ مجلّہ ''صفدر'' میں شائع ہو جائے۔ اگر آپ حضرات کی رائے ہو تو میں ارسال کر دوں گا۔

غامدی فتنہ ایک مسلسل فتنہ ہے جو سرسید احمد خان کے وقت سے چلا آ رہا ہے۔ سرسید احمد خان کے سائے تلے پھلنے والے حمید الدین فراہی صاحب نے اس فتنے کو ایک نیا رنگ دیا اور پھر ان کے شاگرد خاص

جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے دامن خاص سے وابستہ جناب امین احسن اصلاحی صاحب نے اس خاص فتنے کو اُجاگر کیا۔ پھر اصلاحی صاحب کی گود کے پروردہ جناب جاوید احمد غامدی صاحب نے آج کل اس فتنے کو پھیلانے اور عام کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔

اِن لوگوں نے اِنکارِ حدیث کے لیے تفاسیر لکھی ہیں۔ ان تفاسیر میں ان لوگوں نے احادیث کے ذکر کرنے سے اجتناب کیا ہے، جس سے یہ حضرات مسلمانوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ: دیکھو! تفسیر قرآن ہوگئی اور احادیث کی ضرورت نہیں پڑی۔ لہٰذا قرآن کی تفسیر کے لیے احادیث کوئی ضروری چیز نہیں۔ بس قرآن کافی ہے۔

پھر ان لوگوں نے قرآن عظیم کی تفسیر میں تحریفات سے کام لیا اور اپنی رائے کے مطابق تفسیریں لکھ ڈالیں۔ اس فتنہ کے تعاقب میں مجلّہ ''صفدر'' نے بڑا اہم کام کیا ہے اور کرایا ہے۔ اور موقع ومحل کے مطابق اقدام کیا ہے۔ میں مجلّہ ''صفدر'' کو سلام کرتا ہوں جس نے فتنوں کے تعاقب میں کلمۂ حق کا اعلان کیا اور مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا انتظام کیا۔ فقط......والسلام......فضل محمد یوسف زئی

استاذ: جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی......۳؍رجب المرجب ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۱؍اپریل ۲۰۱۶ء

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی زرولی خان مدظلہم کی رائے گرامی

محترم ومکرم مولانا احسن خدامی دام اقبالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''فتنہ غامدی نمبر'' آج ہی زیب نظر ہوا۔ اہداف پر مشتمل تحریر اور اس میں منتظمین صالحین کا وجودِ احسان اور تحریر تسلیم وغیرہ سے شکر وسپاس بجالایا۔ یہ عجالہ صرف اِس اظہار کے لیے ہے کہ آپ کا مرسلہ مقالہ ''فتنہ غامدی نمبر'' جلد اول جو مجلّہ ''صفدر'' کے احساناتِ عظیمہ میں سے ہے، شرفِ لقاء ودیدار ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے جہودِ مسلسلہ اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے محنتِ شاقہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ اور ہمارے شیخ اور مرشد، امام اہل سنت، فخر احناف، ترجمان مسلک دیوبند، اپنے وقت کے تمام فتنوں کے لیے سدِ سکندری، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جو اپنے وقت کا شجر طوبیٰ تھا، جن کی عالی خدمات کے افنان اور شیریں ثمرات اور عنبر زوال پذیر گلہائے رسوخِ اعتقاد ہر جگہ سے ہر ایک کو روزِ روشن کی طرح ہویدا ہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اِسی خاندان کے ایک زیغ وضلال جھاڑی کے لیے اور اس کی اصلاح اور تقطیع اور برید کے لیے حضرت شیخ ہی کے سچے وارثین اُن کے علوم وکمالات کے متصفین خوب کمر بستہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی کاوشیں قبول فرمائیں اور نو وجود فتنہ جو قدیم زہر وسنکھیا کی تنشیر اور تفریق

کے لیے جہم بن صفوان کی طرح اُٹھ کھڑا ہوا ہے، اہواز کے صالح اور عادل کی طرح یہی خانۂ خیر و برکت اس کی شامتِ انجام کا سبب بنے۔ وماذلك علی الله بعزیز

اگر تفصیلی تحریر بھیج سکا تو فبھا و نعم۔ ورنہ ان چند سطور، بے ربط و بے ضبط فکروں کو احسان و شکر سے قابل کفایت سمجھا جائے۔ بقول شیخ الہندؒ

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو اس میں کچھ اثر
میں نے تو در گذر نہ کی جو مجھ سے ہوسکا

والسلام مع التحیة والاکرام......عاجز و فقیر محمد زرولی خان عفا اللہ عنہ

خادم جامعہ عربیہ احسن العلوم و خادم حدیث و تفسیر و افتاء......گلشن اقبال کراچی

۲۹ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ......۱۹ مئی ۲۰۱۵ء

ترجمان دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کے فرزند کی رائے گرامی

مکرمی و محترمی جناب حضرت مولانا حمزہ احسانی صاحب مدظلہ العالی

آپ کا ارسال کردہ مجلّہ ''صفدر'' کا ''فتنہ غامدی نمبر'' جلد اول موصول ہو گیا تھا۔ مطالعہ کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اِس کاوش کو قبول فرمائیں اور آپ کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

اہل حق کا یہ فریضہ ہے کہ امت مسلمہ کو فتنہ پرداز گمراہوں کے فتنہ سے محفوظ رکھیں اور صراطِ مستقیم دکھاتے رہیں اور مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول و منظور فرمائیں اور نظر بد سے محفوظ رکھیں۔

اِس پہلی جلد میں حیاتِ عیسیٰ، جہاد، گستاخ رسول کی شرعی سزا، قادیانیت و غامدیت، اُصول تفسیر و تصور سنت، قراآت قرآن، تصوف و سلوک، حجیت اجماع، سزائے رجم، غامدی و عمار، نظریہ سیاست، جدت پسندی اور دینی مدارس اور اِس جیسے دوسرے بہت سے اہم موضوعات شامل ہیں۔ خاص طور پر حضرت اباجی (مولانا نور محمد تونسوی) نور اللہ مرقدہ کا مضمون ''تفردات کے نقصانات'' بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر میں یوں کہوں کہ وہ مضمون اِس پورے نمبر کا خلاصہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اکابر علمائے اہل السنة والجماعة دیوبند کی تحقیقات و تدقیقات سے انحراف کر کے اپنی خواہشات کے مطابق دین اسلام میں تاویلات فاسدہ کرنا ہی اصل میں دین سے گمراہی ہے۔ اس لیے اباجی رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ علمائے دیوبند کی راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ جو خواہشات والی ہے، گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر علمائے دیوبند جو منعم علیہم ہیں، کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور امت مسلمہ کی ہر قسم کی گمراہی و بے راہ روی سے حفاظت فرمائیں۔ آمین یارب العالمین، بجاہ

النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

فقط......والسلام......ابن حضرت مولانا نور محمد قادری تونسوی رحمہ اللہ

جامعہ عثمانیہ، ترنڈہ محمد پناہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

حضرت مولانا ابوعمر عبداللطیف مدظلہ کی رائے گرامی

مکرمی و محترمی جناب حضرت مولانا حمزہ احسانی صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ کی طرف آپ کے ارسال کردہ مجلّہ صفدر کے ''فتنہ غامدی نمبر'' کا کہیں کہیں سے مطالعہ کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ خوب کاوش ہے۔

اہل حق کا یہ فرض ہے کہ ایسے باطل نظریات کے حامل لوگوں کو طشتِ از بام کرتے رہیں۔ تا کہ مسلمان اِن فتنہ پرداز گمراہوں کے فتنہ سے محفوظ رہیں۔ اور یہ سلسلہ بند نہیں ہونا چاہیے۔ مرحلہ وار ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے مجلّہ صفدر کا ''فتنۂ ذاکر نائیک نمبر''، ''فتنۂ فکر ولی اللہی نمبر'' وغیرہ شائع ہونا چاہیے۔

فکر ولی اللہی والوں سے میری خود ملاقات ہوئی ہے، اُن سے چند باتیں ہوئیں، یہ لوگ بھی حیاتِ عیسیٰ کے منکر ہیں۔ اِس وقت ان کی تفسیر ''المقام المحمود'' جلد اول میرے سامنے ہے، جس کے صفحہ ۱۶۵ پر رقمطراز ہیں: '' بل رفعه الله اليه. جس طرح تمام بزرگ لوگ اللہ کی طرف اُٹھائے جاتے ہیں، اِسی طرح اللہ نے اُن کو بھی اپنی طرف اُٹھالیا ہے۔ یہ انسانیت کا عام قاعدہ ہے کہ جس بزرگ کی قبر مشتبہ ہو جائے (یعنی اس بزرگ کی قبر معین نہ ہو اور لوگوں نے اس بزرگ کو کھلے طور پر دفن ہوتے نہ دیکھا ہو) تو اس کی متعدد جگہوں پر یا تو قبریں بنالی جاتی ہیں اور یا کہا جاتا ہے کہ: وہ آسمانوں پر چلا گیا۔ مسلمانوں کو اس کی مثال حضرت علیؓ امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد اچھی طرح ملتی ہے۔ (چند سطروں بعد لکھتے ہیں:) مسلمانوں میں دو قسم کے عقیدہ کے لوگ پیدا ہوگئے، ان میں ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت علیؓ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر آئیں گے۔''

اِسی طرح صفحہ ۴۷۸ پر ''وما كان من المشركين.'' کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ''غرض ابراہیم تو صابی مؤحد جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا والد بھی صابی مؤحد تھا۔......آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھنے کا مطلب دُنیا کے کسی باغ میں رکھا گیا۔......اور ایک درخت کے قریب نہ جانے سے مراد زن وشو کے تعلقات ہیں۔......بنی اسرائیل بندروں کی شکل میں تبدیل نہیں ہوئے بلکہ اُن میں بندروں جیسے صفات پیدا

ہوگئیں۔

"والـذيـن كفروا و كذبوا باٰ يتنا اولئك اصحب النار، هم فيها خٰلدون." کی تفسیر کرتے ہوئے صفحہ ۲۳۲ / پر لکھتے ہیں: ''خالدون کے معنی ہوئے اقامت کرنے والے۔ اور ابدا الآباد تک اقامت کرنا مراد نہیں جیسا کہ غلط خیال عام ہوگیا ہے۔''

اِسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرندوں والے واقعہ کو فقط مثال قرار دیتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ وغیرہ وغیرہ

دعا ہے کہ یہ سلسلہ چلتا ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ اہل حق کو باطل کو حق سے جدا کرنے کی ہمت وقوت عطا فرماتے رہیں۔ آمین یارب العالمین۔

فقط......والسلام......ابوعمر عبداللطیف......ترنڈہ محمد پناہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

☆......☆......☆......☆

......السلام علیکم۔ برادرِ محترم! آج ملتان پہنچا ہوں۔ آتے ہی فتنہ غامدی نمبر پڑھنا شروع کیا۔ بیشتر مضامین پڑھ ڈالے۔ ماشاءاللہ لاجواب ہے۔ حسن ترتیب اور حسن انتخاب پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ نہایت ہی عمدہ کاوش ہے۔ بعض مقامات پر پروف ریڈنگ کی غلطیاں ہیں جو شائد عجلت کی وجہ سے رہ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت والی لمبی زندگی نصیب فرمائے۔ آمین۔ عبداللہ معتصم، ۷/ جون

☆......☆......☆......☆

......(بنام: احسن خدامی) السلام علیکم۔ بغیر اجازت کے دخل اندازی پر معذرت چاہتا ہوں۔ حضرت! آپ کے قلم سے نکلے دمادم الفاظ اور قلندری تحاریر کا اسیر ہوتا جارہا ہوں۔ کیا لکھتے ہو صاحب! جی کرتا ہے آپ کے قلم کی نوک کو چوم لوں۔ یا الفاظ کا سرمہ بنا کے اپنی آنکھوں میں سالوں۔ پہلے غامدی نمبر کی اشاعت ہونے پر مبارک باد قبول ہو۔ بہترین کاوش ہے۔ اور مایہ ناز علمائے کرام کی تحاریر کا حسین وجمیل مجموعہ۔ کتاب ترتیب سے نہ پڑھ سکا۔ آغاز آپ کی تحریر سے کیا: ''غامدی سے عمار تک''

ا......آپ کا مضمون کتاب کے صفحہ نمبر ۲۷۶/ دوسرے پیراگراف کی پہلی لائن کے آخر میں آپ نے ''نمرود کے گھر ابراہیم کو پیدا کردیا۔'' لکھا۔ اگر تو گھر سے مراد ملک ہے، پھر تو صحیح ہے۔ ورنہ کتابت کی غلطی ہے۔ نوٹ فرمالیں۔

۲......کتاب کے صفحہ نمبر ۳۱۳/ جو کہ جناب عبداللہ معتصم صاحب کا مضمون ہے، ظہورِ مہدی کے عنوان کے تحت لکھے الفاظ ''والد کا نام عبداللہ اور۔۔۔'' آگے کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں۔ نوٹ فرمالیں!

والسلام......بختی۔۳۰/ مئی ۲۰۱۵ء

المرسل: محمد عدیل عمران

تشریحاتِ اسلاف کے بغیر دین فہمی......تمام فتنوں کی جڑ

وکیل صحابہ واہل بیت، امام المناظرین، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''راہ ہدایت کو پانے کیلئے اطاعت خدا اور اطاعتِ رسول کے ساتھ ساتھ اتباع سبیل المومنین بھی ناگزیر ہے۔اسلام کی صحیح تصویر اور دین کی صحیح تعبیر اسوقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کتاب اور سنت کی توثیق اور تطبیق کے ساتھ اسلاف کی توضیح کو نہ ملایا جائے۔علم وتحقیق کے میدان میں خیر وسلامتی اسی میں ہے کہ سلف سالحین کی تحقیقات کو حق سمجھ کر ان پر اعتماد کیا جائے، کما ورد فی الحدیث إن أمتی لا تجمع علی ضلالة، فإذا رایتم اختلافًا فعلیکم بالسواد الأعظم.[رواہ ابن ماجه] اسلاف پر اعتماد نہ کرنا اور انہیں تنقید کا نشانا بنانا، دراصل یہ قرب قیامت کی ایک ایسی اہم نشانی ہے جو کہ اسی امت کے ساتھ خاص ہے کہ ''اس امت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت کریں گے۔'' [رواہ الترمذی]

یعنی سلف صالحین، صحابہؓ وتابعین اور محدثین ومجتہدین پر اعتماد کرنے کے بجائے ان کی برائی کرنے لگیں گے۔۔(نعوذ باللہ من ذلک)

اسلاف کی تشریح وتعبیر کے بغیر دین فہمی کی کوشش ہی ان تمام فتنوں کی جڑ ہے جو آج ہمارے دائیں بائیں منڈلا رہے ہیں۔اطاعت خدا، اطاعت رسول اور اتباع اسلاف میں سے کسی ایک سے بھی اعراض وانکار کرکے اپنی عقل کو معیار بنانا صراط مستقیم سے دُور ہونا ہے۔اس دور میں ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ان جیسے دیگر متجد دین جو فہم دین کے نئے دعوے دار ہیں، کا بھی یہی حال ہے۔یاد رہے کہ یہی تو وہ بنیادی غلطی ہے جس سے اسلام میں بدعتی فرقوں نے جنم لیا اور اب بھی لے رہے ہیں، علما اسلام ایسے لوگوں کی نشان دہی کرکے ہمیشہ امت مسلمہ کو خبر دار کرتے رہے ہیں۔'' [ذاکر نائیک اور اس کے نظریات، از: مولانا عبدالحمید تونسوی: ۲:۷۲،۸]

قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

خدام اہلِ سنت کی دعا

خدایا! اہلِ سنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

ترے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہؐ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجؓ نبی پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا
انہوں نے کردیا تھا روم و ایراں کو تہہ و بالا

تری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

ترے کن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختمِ نبوت کو
مٹادیں ہم تری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تری رہ میں ہر اِک سنی مسلماں وقف ہو جائے

تری توفیق سے ہم اہلِ سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تری نصرت ہو دنیا میں، قیامت میں تری رضواں